وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❁❁❁ تنبیہ ❁❁❁

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر اٹھا ییس 28

مُفسّرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ عبدالرّحمان بن ناصر السّعدی رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرّحمان بن مُعلا اللُّویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یُوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان:۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث:۸۱۷)

پا رۃ نمبر اٹھا بیس 28

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
٥٨	سورة المجادلة	2716	۲۸
٥٩	سورة الحشر	2729	۲۸
٦٠	سورة الممتحنة	2747	۲۸
٦١	سورة الصف	2758	۲۸
٦٢	سورة الجمعة	2767	۲۸
٦٣	سورة المنافقون	2772	۲۸
٦۴	سورة التغابن	2778	۲۸
٦٥	سورة الطلاق	2788	۲۸
٦٦	سورة التحريم	2797	۲۸

تفسیر سورۃ المجادلۃ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة (۵۸) مَدَنِيَّة (۱۰۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۲۲
رُكُوْعَاتُهَا ۳

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

تحقیق سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں اور وہ شکایت کر رہی تھی طرف اللہ کی جبکہ اللہ سن رہا تھا

تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ

گفتگو تم دونوں کی بلاشبہ اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے○ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی بیویوں سے نہیں ہو جاتیں وہ

اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ

ان کی مائیں، نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہی جنہوں نے جنا ان کو اور بلاشبہ وہ البتہ کہتے ہیں نامعقول بات

وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

اور جھوٹ اور بیشک اللہ البتہ بہت معاف کرنیوالا، نہایت بخشنے والا ہے○ اور وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے پھر وہ رجوع کرلیں

لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ

اس سے جو انہوں نے کہا تو آزاد کرنا ہے ایک گردن کا پہلے اس سے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ (حکم) نصیحت کیے جاتے ہو تم ساتھ اسکے، اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ

ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو، خوب خبردار ہے○ پس جو شخص نہ پائے تو روزے رکھنے ہیں دو مہینے متواتر پہلے اس سے

اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا

کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پس جو شخص نہ استطاعت رکھے تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ مسکینوں کو، یہ (حکم) اس لیے ہے تاکہ تم ایمان لاؤ

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے، اور یہ حدیں ہیں اللہ کی اور کافروں کے لیے عذاب ہے، بہت دردناک○

یہ آیات کریمہ انصار میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئیں، جب اس نے اپنی بیوی کو طویل مصاحبت اور اولاد ہونے کے بعد اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا، تو اس کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کے پاس شکایت کی اور اس کے خلاف مقدمہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ اس خاتون نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے حال اور اس شخص کے حال کے بارے میں شکوہ کیا اور بار بار کیا اور جرأت کے ساتھ اس کا اعادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا﴾ ”(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال

کرتی اور اللہ سے شکایت کرتی تھی، اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی بات چیت کو سن رہا تھا۔“ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات میں مخلوق کی مختلف حاجتوں کے باوجود تمام آوازوں کو سننے والا ہے ﴿ بَصِيْرٌ ﴾ جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر رینگتی ہوئی سیاہ چیونٹی کو بھی دیکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل سمع و بصر کی خبر ہے، نیز تمام چھوٹے بڑے امور پر اس کے سمع و بصر کے احاطہ کی خبر ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی شکایت اور مصیبت کا ازالہ کرے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر اس عورت اور دیگر عورتوں کے بارے میں حکم بیان فرمایا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ﴾ ”جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں سے ”ظِہار“ کر لیتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا۔“ بیوی کے ساتھ ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے کہے: ”تو میرے لئے ایسے ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔“ یا ماں کے علاوہ دیگر محارم کا ذکر کرے یا یہ کہے: ”تو مجھ پر حرام ہے۔“ عربوں کے ہاں اس موقع پر اَلظَّھْرُ ”پیٹھ“ کا لفظ بولا جاتا تھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ”ظہار“ سے موسوم کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ﴾ یعنی وہ ایسی بات کیوں کر کہتے ہیں جس کے بارے میں انہیں معلوم ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ اپنی بیویوں کو ان ماؤں سے تشبیہ دیتے ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ظِہار کے معاملے کو بہت بڑا اور نہایت قبیح قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ﴾ یعنی وہ نہایت بری اور جھوٹی بات کہہ رہے ہیں۔ ﴿ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ یعنی اس سے جو کچھ مخالفت صادر ہوئی پھر اس نے خالص توبہ کے ذریعے سے اس کا تدارک کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرنے اور بخش دینے والا ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ”اور جو اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں، پھر انہوں نے جو کہا اس سے رجوع کر لیں۔“ رجوع کرنے کے معنی میں اہل علم اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ بعض کہتے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا ہے اس کے ساتھ جماع کا عزم کیا جائے، مجرد عزم ہی سے ظہار کرنے والے پر مذکورہ کفارہ واجب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفارے کے بارے میں ذکر فرمایا کہ یہ کفارہ (اس بیوی کو) چھونے سے قبل ہے اور یہ مجرد عزم ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی حقیقی جماع کے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ﴾ ”پھر وہ اپنی بات سے رجوع کر لیں۔“ اور جو بات انہوں نے کہی وہ جماع (کو حرام کرنا) ہے۔ اور دونوں قولوں میں سے ہر ایک کے مطابق جب بھی رجوع کیا جائے گا تو بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا کفارہ

ہوگا۔ ﴿ فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَةٍ ﴾ ’’تو ایک غلام آزاد کرنا ہے۔‘‘ لیکن وہ مومن ہو جیسا کہ دوسری آیت میں کہا گیا ہے۔ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ غلام یا لونڈی ان عیوب سے سلامت ہو جو کام کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ﴿ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ﴾ ’’پہلے اس کے کہ وہ دونوں ہم بستری کریں۔‘‘ یعنی شوہر پر لازم ہے کہ جب تک کہ وہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا نہ کرے اپنی اس بیوی سے جماع نہ کرے جس سے اس نے ظہار کیا ہے ﴿ ذٰلِكُمۡ ﴾ یعنی یہ حکم جو ہم نے تمہارے لیے بیان کیا ہے ﴿ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ ﴾ ’’اس کے ذریعے سے تم نصیحت کیے جاتے ہو۔‘‘ یعنی وہ تمہارے سامنے ترہیب سے مقرون اپنا حکم بیان کرتا ہے کیونکہ وعظ کا معنی ترغیب و ترہیب کے ساتھ حکم کا ذکر کرنا ہے، پس جو شخص ظہار کا ارادہ کرتا ہے پھر جب اسے یاد آتا ہے کہ غلام آزاد کرنا پڑے گا تو اس سے رک جاتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴾ ’’اور اللہ تمہارے عملوں سے پوری طرح باخبر ہے۔‘‘ لہٰذا وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا و سزا دے گا۔

﴿ فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ ﴾ پس جو آزاد کرنے کے لئے غلام نہ پائے یا اس کے پاس غلام کی قیمت موجود نہ ہو تو اس کے ذمے ﴿ فَصِیَامُ شَهۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ ﴾ تو مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے ہیں اور جو روزے رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو ﴿ فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡكِیۡنًا ﴾ ’’تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔‘‘ یا تو وہ اپنے شہر میں مروّج خوراک میں سے انہیں کھانا کھلائے جو ان کے لئے کافی ہو جیسا کہ یہ بہت سے مفسرین کا قول ہے یا وہ ایک مسکین کو ایک مد گیہوں یا گیہوں کے علاوہ کسی دیگر جنس سے، جو صدقۂ فطر میں کفایت کرتی ہو، نصف صاع عطا کرے جیسا کہ مفسرین کے ایک دوسرے گروہ کی رائے ہے۔

یہ حکم جو ہم نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے اور اسے واضح کیا ہے ﴿ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ﴾ ’’تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔‘‘ اور یہ ایمان اس کے حکم اور دیگر احکام کے التزام اور اس پر عمل کرنے ہی سے ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا التزام اور ان پر عمل کرنا ایمان ہے بلکہ یہ احکام اور ان پر عمل ہی درحقیقت مقصود و مطلوب ہیں، ان سے ایمان میں اضافہ اور اس کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ نشوونما پاتا ہے۔ ﴿ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ﴾ ’’اور یہ اللہ کی حدود ہیں۔‘‘ جو ان میں واقع ہونے سے روکتی ہیں، اس لئے واجب ہے کہ ان حدود سے تجاوز کیا جائے نہ ان سے قاصر (پیچھے) رہا جائے ﴿ وَلِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴾ ’’اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔‘‘

ان آیات کریمہ میں متعدد احکام بیان کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور عنایت ہے کہ اس نے مصیبت زدہ عورت کی شکایت کا ذکر کر کے اس کی مصیبت کا ازالہ کیا بلکہ اس نے اپنے حکم عام کے ذریعے سے ہر اس شخص کی مصیبت کا ازالہ کیا جو اس قسم کی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا ہے۔

(۲) ظہار بیوی کو حرام ٹھہرا لینے کے ساتھ مختص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ﴾ ”اپنی عورتوں سے۔“ اگر وہ اپنی لونڈی کو اپنے آپ پر حرام ٹھہراتا ہے تو یہ ظہار شمار نہ ہوگا بلکہ یہ طیبات کی تحریم کی جنس سے ہے، مثلاً: کھانے پینے کو حرام ٹھہرا لینا۔ اس میں صرف قسم کا کفارہ واجب ہے۔

(۳) کسی عورت سے نکاح کرنے سے پہلے اس سے ظہار درست نہیں کیونکہ ظہار کے وقت وہ اس کی بیویوں میں داخل نہیں ہے جیسا کہ نکاح سے قبل مرد کسی عورت کو خواہ طلاق دے دے یا اس کو معلق کر دے اس کو طلاق نہیں ہو سکتی۔

(۴) ظہار حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے منکر کہا ہے۔

(۵) ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَّا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ﴾ ”وہ اُن کی مائیں نہیں ہیں۔“

(۶) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے محارم کے نام سے پکارے، مثلاً: اے میری ماں! اے میری بہن! وغیرہ کیونکہ یہ بات محرمات سے مشابہت رکھتی ہے۔

(۷) کفارہ مجرد ظہار سے واجب نہیں ہوتا بلکہ سابقہ دونوں اقوال کے اختلاف معنی کے مطابق، ظہار کرنے والے کے ”رجوع کرنے“ پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

(۸) کفارے میں چھوٹے یا بڑے غلام کو اور مرد یا عورت کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے کیونکہ آیت میں مطلق غلام کو آزاد کرنے کا حکم ہے۔

(۹) آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفارے میں غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا ہے تو جماع سے قبل کفارہ ادا کرنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقید ذکر کیا ہے، بخلاف مسکینوں کو کھانا کھلانے کے کیونکہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران میں جماع جائز ہے۔

(۱۰) جماع سے قبل کفارے کے واجب ہونے میں شاید حکمت یہ ہے کہ اس سے کفارے کی ادائیگی میں زیادہ ترغیب ملتی ہے کیونکہ جب ظہار کرنے والے میں جماع کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ کفارہ ادا کیے بغیر جماع ممکن نہیں تو کفارہ ادا کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

(۱۱) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے۔ ظہار کا ارتکاب کرنے والا اگر ساٹھ مسکینوں کا اکٹھا کھانا کسی ایک مسکین یا ایک سے زائد مسکینوں کو، جو تعداد میں ساٹھ سے کم ہوں، دے دے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ ”تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔“

إِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

بلاشبہ وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی وہ ذلیل کئے جائینگے جیسے ذلیل کیے گئے تھے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور تحقیق

اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ٥

نازل کیں ہم نے آیتیں واضح' اور کافروں کے لئے ہے عذاب رسوا کن ○

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی ان کے ساتھ دشمنی کے زمرے میں آتی ہے، خاص طور پر امور قبیحہ میں، مثلاً: اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر کے دشمنی کرنا اور اولیاء اللہ سے عداوت رکھنا۔ فرمایا: ﴿كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ یعنی پوری پوری جزا کے طور پر ان کو ذلیل و رسوا کیا گیا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہیں کیونکہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ قائم ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح دلائل اور براہین نازل فرمائے جو حقائق کو بیان اور مقاصد کو واضح کرتے ہیں، پس جس کسی نے ان کی اتباع کی اور ان پر عمل پیرا ہوا وہی ہدایت یافتہ اور فائز المرام ہے۔ ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ﴾ یعنی ان آیات و براہین کا انکار کرنے والوں کے لئے ﴿عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ایسا عذاب ہے جو انہیں ذلیل و رسوا کرے گا، چنانچہ جس طرح انہوں نے آیات الٰہی کے مقابلے میں تکبر کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کو ذلیل و رسوا کرے گا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

جس دن اٹھائے گا انکو اللہ سب کو پھر وہ خبر دیگا انہیں اسکی جو عمل کیے تھے انہوں نے شمار کر رکھا ہے اسکو اللہ نے جبکہ وہ بھول گئے تھے اسے' اور اللہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ٦ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ

ہر چیز کے شاہد ہے ○ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' نہیں ہوتی

مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ

کوئی سرگوشی تین (آدمیوں) کی مگر وہ چوتھا ہوتا ہے ان میں' اور نہ پانچ (آدمیوں) کی مگر وہ چھٹا ہوتا ہے ان میں' اور نہ کم اس سے

وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

اور نہ زیادہ مگر وہ ہوتا ہے ساتھ انکے جہاں کہیں بھی وہ ہوں' پھر وہ خبر دے گا انہیں اس کی جو انہوں نے عمل کئے تھے روز قیامت'

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ٧

بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

یعنی جس روز اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا ﴿جَمِيْعًا﴾ "سب کو" تو وہ اپنی قبروں سے تیزی سے نکل کھڑے ہوں گے، پھر وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا ﴿فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا﴾ چنانچہ انہوں نے جو اچھے

برے اعمال کیے ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا، کیونکہ اسے ان تمام اعمال کا علم ہے اور ﴿اَحْصٰىهُ اللّٰهُ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے اور حفاظت پر مامور ملائکہ کرام کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ ان اعمال کو درج کرتے رہیں۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' عمل کرنے والوں کی حالت یہ ہے کہ ﴿نَسُوْهُ﴾ انہوں نے اپنے اعمال کو فراموش کر دیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار کر رکھا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمام ظاہری باتوں، تمام اسرار نہاں اور تمام چھپی ہوئی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

بنابریں اس نے اپنے لامحدود علم کے بارے میں خبر دی ہے، نیز آگاہ فرمایا کہ اس کا علم آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ ﴿مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا﴾ ''کسی بھی جگہ تین اشخاص کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر چوتھا وہ ہوتا ہے، نہ کہیں پانچ اشخاص کی سرگوشی ہوتی ہے مگر چھٹا وہ ہوتا ہے، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ اشخاص سرگوشی کرتے ہیں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔'' اس معیت سے مراد معیت علم اور ان کی سرگوشیوں اور ان کے اسرار کا احاطہ ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَیَتَنٰجَوْنَ
کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جو روکے گئے تھے سرگوشی کرنے سے پھر وہ لوٹتے ہیں طرف اس چیز کی کہ روکے گئے تھے وہ اس سے اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں
بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ ز وَاِذَا جَآءُوْكَ حَیَّوْكَ بِمَا لَمْ یُحَیِّكَ بِهِ
گناہ کی اور زیادتی کی اور نافرمانی رسول کی اور جب وہ آتے ہیں آپ کے پاس تو وہ دعا دیتے (سلام کہتے) ہیں آپ کو ساتھ اس (کلمے) کے کہ نہیں دعا دی آپ کو ساتھ اس کے
اللّٰهُ لا وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ط حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ج یَصْلَوْنَهَا ج
اللہ نے اور وہ کہتے ہیں اپنے نفسوں میں، کیوں نہیں عذاب دیتا ہمیں اللہ بوجہ اسکے جو ہم کہتے ہیں؟ کافی ہے انکو جہنم، داخل ہونگے وہ اس میں،
فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝٨ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ
پس برا ہے وہ ٹھکانا ○ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب سرگوشی کرو تم، تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ط
اور زیادتی کی اور نافرمانی رسول کی اور سرگوشی کرو تم نیکی اور تقوے کی
وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٩
اور ڈرو تم اللہ سے وہ کہ اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ○

(اَلنَّجْوٰى) دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا آپس میں سرگوشی کرنا ہے۔ کبھی سرگوشی بھلائی کے معاملے میں ہوتی

ہے اور کبھی برائی کے معاملے میں ہوتی ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ نیکی کے معاملے میں سرگوشی کیا کریں۔ (اَلْبِرُّ) نیکی اور اطاعت کے ہر کام اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے قیام کے لیے ایک جامع نام ہے۔ (اَلتَّقْوٰی) تمام محارم اور گناہ کے کاموں کو ترک کر دینے کے لیے جامع نام ہے۔ پس بندۂ مومن اس حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے، اس لیے آپ اسے صرف اسی چیز کے بارے میں سرگوشی کرتے ہوئے پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے قریب اور اس کی ناراضی سے دور کرتی ہے۔ (اَلْفَاجِرُ) اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہیچ اور حقیر سمجھتا ہے، جو گناہ، ظلم اور رسول ﷺ کی نافرمانی کے لیے سرگوشی کرتا ہے جیسے منافقین جن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہی حال اور وتیرہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِذَا جَآءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ ٱللَّهُ﴾ ”اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو اس کلمے سے سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔“ یعنی آپ کو سلام کرنے میں سوء ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں ﴿وَيَقُولُونَ فِىٓ أَنفُسِهِمْ﴾ یعنی وہ اپنے دل میں ایک قول کو چھپاتے ہیں جس کا ذکر غیب و شہادت کا علم رکھنے والی ہستی نے کیا ہے اور وہ ان کا یہ قول ہے: ﴿لَوْلَا يُعَذِّبُنَا ٱللَّهُ بِمَا نَقُولُ﴾ ”اللہ ہمیں اس پر جو ہم کہتے ہیں سزا کیوں نہیں دیتا۔“ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ اس کو حقیر اور ہیچ سمجھتے ہیں اور ان پر جلدی عذاب نہ آنے سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں باطل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ (مجرموں کو) مہلت دیتا ہے، مہمل نہیں چھوڑتا۔ ﴿حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ﴾ یعنی ان کے لیے جہنم کافی ہے جس میں ان کے لیے ہر قسم کا عذاب اور بدبختی جمع ہے۔ جہنم ان کو گھیر لے گا اور جہنم میں ان کو عذاب دیا جائے گا۔ ﴿فَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ﴾ ”پس وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“ یہ لوگ جن کا (ان آیات کریمہ میں) ذکر کیا گیا ہے یا تو منافقین میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو ایمان ظاہر کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے اس خطاب کے ذریعے سے مخاطب ہوتے تھے جس سے وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ اس خطاب سے ان کا ارادہ بھلائی ہے، حالانکہ وہ اس بارے میں جھوٹے تھے، یا اہل کتاب میں سے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: (اَلسَّامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ!) اور وہ اس سے موت مراد لیتے تھے۔

إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ لِيَحْزُنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا

یقیناً (بری) سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے تاکہ وہ غم زدہ کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ ضرر دینے والا انہیں کچھ بھی

إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَعَلَى ٱللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ⑩

مگر ساتھ حکم اللہ کے، اور اللہ ہی پر پس چاہیے توکل کریں مومن ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّمَا ٱلنَّجْوَىٰ﴾ یعنی مومنوں کے دشمن ان کے بارے میں سازش، دھوکے

اور بری خواہشات کی جو سرگوشیاں کرتے ہیں ﴿مِنَ الشَّیْطٰنِ﴾ یہ شیطان کی طرف سے ہیں جس کی چال بہت کمزور اور مکر غیر مفید ہے۔ ﴿لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ”تا کہ وہ ایمان والوں کو غم زدہ کرے۔“ اور اس مکر و فریب سے اس کا مقصود بھی یہی ہے۔ ﴿وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ”اور اللہ کے حکم کے بغیر ان سے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ کفایت اور دشمن کے خلاف فتح و نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ﴾ (فاطر: ۴۳/۳۵) ”اور بری چال کا وبال چال چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کے دشمن جب بھی (اہل ایمان کے خلاف) سازش کرتے ہیں تو اس کا ضرر انہی کی طرف لوٹتا ہے، اہل ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا سوائے کسی ایسے ضرر کے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی مومن اسی پر اعتماد کریں اور اس کے وعدے پر بھروسا کریں کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کی سازشوں کے مقابلے میں، نیز اس کے دین و دنیا کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب کہا جائے تم سے ’کشادگی کرو تم مجلسوں میں تو کشادگی کرو تم، کشادگی کرے گا اللہ

لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ

تمہارے لئے اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تم تو کھڑے ہو جایا کرو تم، بلند کریگا اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور ان لوگوں کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ⑪

جو دیئے گئے علم، درجوں میں اور اللہ، ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو، خوب خبردار ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ادب کی تعلیم ہے کہ جب وہ کسی مجلس میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ یا آنے والے دیگر لوگ مجلس میں کشادگی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لہٰذا یہ آدابِ مجلس کا حصہ ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کی خاطر مجلس میں کشادگی پیدا کریں۔ یہ چیز کشادگی کرنے والے کو کوئی نقصان نہیں دیتی، لہٰذا اس کو ضرر لاحق ہوئے بغیر اس کے بھائی کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے، اور جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے، اس لئے جو کوئی اپنے بھائی کے لئے کشادگی پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشادگی پیدا کر دیتا ہے، جو کوئی اپنے بھائی کے لئے وسعت پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے وسعت پیدا کرتا ہے۔ ﴿وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا﴾ جب کسی ضرورت کے تحت یہ کہا جائے کہ اٹھ جاؤ اور اپنی مجالس کو چھوڑ دو ﴿فَانْشُزُوْا﴾ تو اس مصلحت کے حصول کی خاطر فوراً اٹھ جایا کرو کیونکہ اس قسم کے معاملات کا لحاظ رکھنا علم اور ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل علم و ایمان کے، ان کے علم و ایمان کے مطابق، درجات بلند کرتا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے جو

تم کرتے ہو خوب خبردار ہے۔" پس وہ ہر عمل کرنے والے کو ان کے عمل کی جزا دے گا، اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں علم کی فضیلت کا اثبات ہے، نیز یہ کہ علم کی زینت اور اس کا ثمرہ، اس کے آداب کو اختیار کرنا اور اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب سرگوشی کرو تم رسول سے تو پیش کرو تم پہلے اپنی سرگوشی سے صدقہ

ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ

یہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے اور زیادہ پاکیزہ پس اگر نہ پاؤ تم (صدقہ) تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○ کیا ڈر گئے تم

اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

اس بات سے کہ پیش کرو تم پہلے اپنی سرگوشی سے صدقے؟ سو جب نہ کیا تم نے (یہ) اور متوجہ ہوا اللہ تم پر،

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

تو قائم کرو تم نماز اور دو زکوٰۃ اور اطاعت کرو تم اللہ اور اس کے رسول کی،

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع ۲ ۲

اور اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان کی تادیب و تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے لئے ان کو حکم دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دیا کریں کیونکہ یہ تعظیم اہل ایمان کے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے یعنی ایسا کرنے سے تمہاری بھلائی اور اجر میں اضافہ ہوگا، نیز ہر قسم کی گندگی سے طہارت حاصل ہوگی۔ بے فائدہ سرگوشی کے ذریعے سے رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کو ترک کرنا بھی اسی گندگی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ کرنے کا حکم دیا تو یہ چیز اس شخص کی پرکھ کے لئے میزان بن گئی جو علم اور بھلائی کا خواہش مند ہے تو وہ صدقے کی پروا نہیں کرے گا۔ جسے بھلائی کی حرص ہے نہ رغبت کی، اس کا مقصد محض کثرت کلام ہے تو اس طرح وہ ایسے امر سے باز رہے گا جو رسول اللہ ﷺ پر شاق گزرتا ہے، نیز یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو صدقہ دے سکتا ہے۔

جس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں اس کو تنگی میں مبتلا نہیں کیا بلکہ اس کو معاف کر دیا اور اس سے نرمی سے کام لیا ہے اور اس شخص کے لئے صدقہ پیش کئے بغیر، جو اس کی قدرت میں نہیں، سرگوشی کرنا مباح ٹھہرا دیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے خوف اور ہر سرگوشی کے وقت ان پر صدقات کی مشقت کو ملاحظہ فرمایا تو ان پر معاملے کو آسان کر دیا اور سرگوشی کرنے سے قبل صدقہ ترک کرنے پر مواخذہ نہیں فرمایا،

البتہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آپ کا احترام باقی رکھا اس کو منسوخ نہیں فرمایا کیونکہ سرگوشی سے قبل صدقہ مشروع لغیرہ کے باب سے ہے فی نفسہ مقصود نہیں۔ اصل مقصد تو رسول اللہ ﷺ کا ادب اور اکرام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ ان بڑے بڑے احکام کی تعمیل کریں جو فی نفسہ مقصود ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا﴾ ”چنانچہ جب تم نے یہ نہ کیا۔“ یعنی صدقہ پیش کرنا تمہارے لیے آسان نہیں تھا اور نہ یہ کافی ہی تھا کیونکہ کسی کام کا بندے پر آسان ہونا شرط نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے مقید فرمایا: ﴿وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی اس نے صدقہ کرنا تم پر معاف کر دیا ﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ پس تم نماز کو اس کے تمام ارکان و شرائط اور اس کی تمام حدود و لوازم کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ اور مستحق لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرو جو تمہارے مال میں سے تم پر فرض ہے۔ یہی دو عبادات بدنی اور مالی عبادات کی بنیاد ہیں۔ جو کوئی ان عبادات کو شرعی طریقے سے قائم کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کو قائم کرتا ہے، بنابریں فرمایا: ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔“ یہ تمام امور کو شامل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر کے، ان کے نواہی سے اجتناب کر کے، ان کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کر کے اور شریعت کی حدود پر رک کر ان کی اطاعت کرنا سب اس میں داخل ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرنا اخلاص اور احسان پر مبنی ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ان کے اعمال کسی طرح بھی صادر ہوں اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے، پس انہوں نے جو کچھ اپنے سینوں میں چھپا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہوئے اپنے علم کے مطابق ان کو جزا دے گا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جنہوں نے دوستی کی اس قوم سے کہ غصے ہوا اللہ ان پر نہیں ہیں وہ تم میں سے اور نہ ان میں سے

وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ⑭ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ

اور وہ قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ پر حالانکہ وہ جانتے ہیں ○ تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے عذاب شدید بلاشبہ

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑮ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ

برا ہے وہ جو تھے وہ عمل کرتے ○ بنا لیا ہے انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال پس روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پس ان کے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑯ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ

عذاب ہے رسوا کن ○ ہرگز نہیں فائدہ دیں گے ان کو مال ان کے اور نہ اولاد ان کی اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی، یہی لوگ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑰ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ

جہنمی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ جس دن دوبارہ اٹھائے گا ان کو اللہ سب کو تو وہ قسمیں کھائیں گے اس کے سامنے بھی

كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۱۸ اِسْتَحْوَذَ

جیسے وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہاری خاطر اور وہ گمان کریں گے کہ بیشک وہ کسی چیز (فائدے) پر ہیں آگاہ رہو! بلاشبہ وہی ہیں جھوٹے ○ غالب آ گیا ہے

عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ

ان پر شیطان پس اس نے بھلا دیا ان کو ذکر اللہ کا یہ لوگ لشکر ہیں شیطان کا،

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۱۹

آگاہ رہو! یقیناً لشکر شیطان کا، وہی ہیں خسارہ پانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کے احوال کی شناعت وقباحت کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جو یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار سے دوستی اور موالات رکھتے ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ اہل ایمان میں سے ہیں نہ کفار میں سے بلکہ ﴿مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ (النسآء: ٤/ ١٤٣) ’’وہ ایمان اور کفر کے درمیان تذبذب کی حالت میں ہیں، نہ پورے مومنین کی طرف ہیں نہ پورے کفار کی طرف۔‘‘ پس وہ ظاہر و باطن میں مومن نہیں ہیں کیونکہ ان کا باطن کفار کے ساتھ ہے اور نہ وہ ظاہر و باطن میں کفار ہی کے ساتھ ہیں کیونکہ ان کا ظاہر اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ یہ ہے ان کا وصف جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ان کا حال یہ ہے کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں: وہ قسم اٹھاتے ہیں کہ وہ مومن ہیں، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ ان جھوٹے، فاجر وخائن لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اس قدر سخت عذاب تیار کر رکھا ہے جس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے نہ اس کا وصف معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بہت ہی برے ہیں وہ اعمال جو ان سے صادر ہوتے ہیں، وہ ایسے اعمال بجا لاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور ان پر عذاب اور لعنت واجب ٹھہراتا ہے۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾ یعنی وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کی ملامت سے بچتے ہیں۔ اسی سبب سے ﴿فَصَدُّوْا﴾ وہ روکتے ہیں اپنے آپ کو اور دوسروں کو ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور یہ وہ راستہ ہے کہ جو کوئی اس پر گامزن ہوتا ہے تو یہ راستہ اسے جنت میں لے جاتا ہے اور جو کوئی اس راستے سے منہ موڑتا ہے تو اس کے لئے صرف وہ راستہ رہ جاتا ہے جو اسے جہنم میں گراتا ہے۔ ﴿فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ ’’چنانچہ ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔‘‘ کیونکہ جب وہ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے اور انہوں نے اس کی آیات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دائمی عذاب کے ذریعے سے ذلیل ورسوا کیا، جو گھڑی بھر کے لئے بھی ان سے علیحدہ ہو گا نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔

﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ’’ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں ہرگز

کچھ کام نہ آئیں گی۔‘‘ یعنی وہ ان سے عذاب کو ہٹا سکیں گے نہ ثواب کا کچھ حصہ ان کے لئے حاصل کر سکیں گے۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴾ وہ آگ کے عذاب میں مبتلا رہنے والے ہیں جو کبھی عذاب سے باہر نہ نکلیں گے اور ﴿ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ ’’وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

جو کوئی جس چیز پر ساری زندگی بسر کرتا ہے، اسی پر مرتا ہے۔ جیسے منافقین دنیا کے اندر اہل ایمان کے ساتھ دھوکا کرتے ہیں اور قسمیں اٹھا اٹھا کر ان سے کہتے ہیں کہ وہ مومن ہیں تو جب قیامت قائم ہوگی اور اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کر کے اُٹھائیں گے تو جس طرح مومنوں کے لیے قسمیں اٹھایا کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی قسمیں اُٹھائیں گے۔ وہ اپنے اس حلف کے بارے میں سمجھیں گے کہ وہ کسی چیز پر قائم ہیں کیونکہ ان کا کفر و نفاق اور ان کے باطل عقائد ان کے اذہان میں آہستہ آہستہ راسخ ہوتے رہے، یہاں تک کہ ان عقائد نے ان کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ وہ معتد بہ موقف پر ہیں جس پر ثواب کا دار و مدار ہے، حالانکہ وہ ایسا سمجھنے میں جھوٹے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ غائب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔

یہ ان پر شیطان کا غلبہ ہے جس نے ان پر قابو پا رکھا ہے، اس نے ان کے سامنے ان کے اعمال آراستہ کر دیے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا۔ وہ ان کا کھلا دشمن ہے اور ان کے ساتھ صرف برائی چاہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ (فاطر: ۶/۳۵) ’’بس وہ تو اپنے گروہ کے لوگوں کو اپنی راہ پر اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں میں شامل ہو جائیں۔‘‘ ﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ’’یہ شیطان کی پارٹی ہے، سن لو! شیطان ہی کی پارٹی نقصان اٹھانے والی ہے۔‘‘ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دین و دنیا، اپنے اہل و عیال اور گھر بار کے بارے میں خسارے میں پڑ گئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ⑳ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ

بلاشبہ وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور اسکے رسول کی یہ لوگ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں ○ لکھ رکھا ہے اللہ نے کہ ضرور غالب آؤنگا

اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ㉑

میں اور میرے رسول بلاشبہ اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ○

یہ وعدہ اور وعید ہے۔ وعید اس شخص کے لئے جو کفر و معاصی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ دشمنی کرتا ہے کہ وہ بے یار و مددگار اور ذلیل و رسوا ہے، اس کا انجام اچھا ہے نہ اس کی مدد کی جائے گی۔ وعدہ اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں ان کی اتباع کرتا ہے، پس وہ اللہ کے گروہ میں شامل ہو گیا جو فلاح یاب لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان کے لئے فتح و نصرت اور دنیا و آخرت میں غلبہ ہے۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس کی خلاف ورزی کی جائے گی نہ اس میں

تغیر وتبدل کیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی ہستی کا وعدہ ہے جو سچی، نہایت طاقت ور اور غالب ہستی ہے، وہ ہستی جو چاہتی ہے وہ چیز اسے عاجز اور بے بس نہیں کر سکتی۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ

نہیں پائیں گے آپ کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ اور دن آخرت پر کہ وہ دوستی کریں ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی اگرچہ

كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ

ہوں وہ ان کے باپ، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا قبیلہ ہی یہ لوگ، لکھ دیا ہے (اللہ نے) ان کے دلوں میں ایمان

وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

اور تائید کی انکی ساتھ ایک روح کے اپنی طرف سے اور داخل کریگا انہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں انکے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

۳ ع ۹ ۲

راضی ہو گیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اس سے، یہ لوگ گروہ ہیں اللہ کا، آگاہ رہو! یقیناً گروہ اللہ کا، وہی ہیں فلاح پانے والے ○

اے نبی! آپ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔ یعنی یہ دونوں رویے ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے تقاضوں اور اس کے لوازم پر عمل نہیں کرتا۔ ایمان کو قائم کرنے والے کے ساتھ محبت اور موالات رکھنا یہ ہے کہ اس شخص کے ساتھ بغض اور عداوت رکھی جائے جو ایمان کو قائم نہیں کرتا، خواہ وہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔

یہ ہے وہ حقیقی ایمان، جس کا پھل ملتا ہے اور جس سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ اس وصف کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے، یعنی اس کو راسخ اور ثابت کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں شجر ایمان کو اگا دیا ہے جو کبھی متزلزل ہو سکتا ہے نہ شکوک و شبہات اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح کے ذریعے سے طاقت ور بنایا ہے یعنی اپنی وحی، اپنی معرفت، مدد الٰہی اور اپنے احسان ربانی کے ذریعے سے تائید کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اس دنیا میں حیات طیبہ ہے اور آخرت میں ان کے لئے نعمتوں بھری جنتیں ہیں جہاں ہر وہ چیز ہوگی جو دل چاہیں گے، جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی اور اسے پسند کریں گی، ان کے لئے ایک سب سے بڑی اور افضل ترین نعمت ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضا نازل فرمائے گا اور ان سے کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو اکرام و تکریم کی مختلف انواع سے نوازے گا، ان کو جو وافر ثواب عطا کرے گا، جو بے پایاں عنایات سے بہرہ مند اور ان کے درجات بلند کرے گا، وہ اس پر اپنے رب سے راضی ہوں گے، وہ اس طرح کہ ان کے مولا نے جو کچھ ان کو عطا کیا ہوگا، اس کی کوئی انتہا ان کو

نظر نہیں آئے گی۔

رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے کا زعم رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ مودت و موالات بھی رکھتا ہے اور ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جنہوں نے ایمان کو پس پشت ڈال رکھا ہے، تو یہ ایمان کا محض خالی خولی دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ہر دعوے کے لئے کسی دلیل کا ہونا لازمی ہے جو اس کی تصدیق کرے، پس مجرد دعویٰ کسی کام نہیں آتا اور ایسا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق نہیں کی جاتی۔

تفسیر سُورَۃ الحَشر

سُوْرَةُ الْحَشْرِ (۵۹) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۲۴
رُكُوْعَاتُهَا ۳

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ

تسبیح کرتی ہے اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو چیز ہے زمین میں، اور وہ بڑا زبردست، خوب حکمت والا ہے○ وہ، وہ ذات ہے جس نے نکالا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا

ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے انکے گھروں سے وقت پہلی جلاوطنی کے نہیں گمان کیا تھا تم نے (کبھی بھی) یہ کہ وہ نکلیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا

اور انہوں نے سمجھا تھا کہ بیشک وہ بچالیں گے انکو انکے قلعے اللہ (کے عذاب) سے پس آیا ان پر اللہ (کا عذاب) جہاں سے نہیں گمان کیا تھا انہوں نے

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا

اور اس نے ڈال دیا انکے دلوں میں رعب، اجاڑتے تھے وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی، پس تم عبرت پکڑو

يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ

اے آنکھوں والو!○ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر جلاوطن ہونا تو وہ ضرور عذاب دیتا انکو دنیا ہی میں اور ان کیلئے

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ

آخرت میں عذاب ہے آگ کا○ یہ اس لیے کہ بیشک انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اسکے رسول کی، اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ کی

فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا

تو بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے○ جو کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا تم نے اسے قائم اس کی جڑوں پر،

فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ

تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو○ اور جو لوٹایا اللہ نے اوپر اپنے رسول کے ان (کے مال) سے پس نہیں دوڑائے تم نے

عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

اس پر کوئی گھوڑے اور نہ اونٹ' اور لیکن اللہ غالب کرتا ہے اپنے رسولوں کو اوپر جس کے وہ چاہتا ہے اور اللہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

ہر چیز کے خوب قادر ہے ○ جو لوٹایا اللہ نے اوپر اپنے رسول کے بستیوں والوں (کے مال) سے تو (وہ) اللہ کیلئے اور رسول کیلئے

وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ

اور (رسول کے) قرابت داروں کیلئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہے تاکہ نہ ہو وہ (مال) گردش کرنیوالا درمیان

الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ

دولت مندوں ہی کے تم میں سے' اور جو کچھ دے تمہیں رسول تو تم لے لو اس کو اور جو کچھ کہ وہ روک دے تمہیں اس سے

فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ؑ

وقف لازم

تو تم رک جاؤ اور ڈرو اللہ سے' بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے ○

اس سورۂ مبارکہ کو ''سورۂ بنی نضیر'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ بنو نضیر یہودیوں کا ایک بڑا قبیلہ تھا جو نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت مدینہ کے مضافات میں آباد تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو انہوں نے جملہ یہود کے ساتھ آپ کی نبوت کا انکار کر دیا، نبی اکرم ﷺ نے یہود کے ان قبائل کے ساتھ معاہدہ کر لیا جو مدینہ منورہ میں آپ کے پڑوس میں آباد تھے۔ غزوۂ بدر کے تقریباً چھ ماہ بعد نبی اکرم ﷺ ان کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی کہ وہ (معاہدے کے مطابق) ان کلابیوں کی دیت کے بارے میں آپ کی مدد کریں جن کو عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''اے ابوالقاسم! ہم آپ کی مدد کریں گے آپ یہاں بیٹھیں یہاں تک کہ ہم آپ کے لیے دیت اکٹھی کر دیں، چنانچہ وہ تنہائی میں ایک دوسرے سے ملے اور شیطان نے ان کے لئے اس بدبختی کو آسان بنا دیا جو ان کے لئے لکھ دی گئی تھی، چنانچہ انہوں نے آپ کے قتل کی سازش کی اور آپ کے بارے میں کہنے لگے: ''تم میں سے کون ہے جو اس چکی کو اٹھا کر چھت پر جائے اور اسے آپ کے سر پر دے مارے جس سے آپ کا سر کچلا جائے؟''

ان میں سے بدبخت ترین شخص عمرو بن جحاش نے کہا: ''یہ کام میں کروں گا۔'' سَلام بن مِشکم نے ان سے کہا: ''یہ کام نہ کرو، اللہ کی قسم! تمہارے ارادے سے اسے ضرور آگاہ کر دیا جائے گا اور یہ اس معاہدے کی بھی خلاف ورزی ہے جو ہمارے اور اس کے درمیان ہوا ہے۔''

انہوں نے جو سازش کی تھی اس کے بارے میں آپ پر فوراً وحی نازل ہوگئی آپ جلدی سے وہاں سے اٹھ گئے اور مدینہ کا رخ کیا اور آپ کے صحابہ بھی (جو ساتھ گئے تھے) آپ سے مل گئے اور عرض کیا: ''آپ وہاں سے

اٹھ آئے اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔'' آپ نے انہیں اس سازش کے بارے میں آگاہ فرمایا جو یہودیوں نے آپ کے خلاف کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو پیغام بھجوایا کہ ''مدینہ سے نکل جاؤ اور اس میں مت رہو، میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں، اس کے بعد میں نے جس کسی کو مدینہ میں پایا، اس کی گردن مار دوں گا۔''

بنو نضیر مدینہ منورہ میں کچھ دن ٹھہرے اور (وہاں سے نکلنے کی) تیاری کرتے رہے، عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول منافق نے ان کو پیغام بھجوایا: ''اپنے گھروں سے مت نکلو، میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں جو تمہارے ساتھ تمہارے قلعے میں داخل ہوں گے اور تمہاری خاطر اپنی جان دیں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان میں سے تمہارے حلیف بھی تمہاری مدد کریں گے۔''

بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب، عبداللہ بن اُبَیّ کے کہنے میں آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کو کہلا بھیجا: ''ہم اپنے گھروں سے نہیں نکلیں گے جو چاہو کر لو۔'' رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور یہود کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ یہودی اپنے قلعوں میں مقیم ہو کر پتھر اور تیر پھینکنے لگے، بنو قریظہ ان سے الگ ہو گئے، عبداللہ بن اُبَیّ اور بنو غطفان میں سے ان کے حلیفوں نے بھی ان سے خیانت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا، ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ کر نذر آتش کر دیے۔ بنو نضیر نے پیغام بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکل جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان پر یہ شرط عائد کی کہ وہ اپنی اولاد کو لے کر نکل جائیں اور اسلحہ کے سوا وہ سب کچھ لے جائیں جو ان کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کے مال اور اسلحہ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

بنو نضیر کے اموال خالص رسول اللہ ﷺ کی مہمات اور مسلمانوں کے مصالح کے لئے تھے۔ آپ نے اس مال میں سے خمس نہیں نکالا تھا کیونکہ یہ مال اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلوایا تھا۔ مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ ان پر چڑھائی نہیں کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا، ان میں ان کا سردار حُیَیّ ابن اخطب بھی شامل تھا اور ان کی اراضی اور گھروں پر قبضہ کر لیا، نیز ان کے اسلحہ کو بھی قبضہ میں لے لیا، اسلحہ میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں ہاتھ لگیں۔ یہ ہے بنو نضیر کے قصے کا ماحصل جیسا کہ اہل سیرت نے اسے بیان کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس خبر کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح کیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے اور اس وصف سے اس کو منزہ قرار دے رہی ہے جو اس کے جلال کے لائق نہیں۔ اور وہ اس کی عبادت کر رہی ہے اور اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے کیونکہ وہ غلبے والا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ کوئی چیز اس سے بچ سکتی ہے نہ کوئی ہستی اس کی نافرمانی کر سکتی ہے۔ وہ اپنی تخلیق و امر

میں حکمت رکھنے والا ہے، وہ کوئی چیز عبث پیدا کرتا ہے نہ کوئی ایسا امر مشروع کرتا ہے جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور نہ کوئی ایسا فعل سرانجام دیتا ہے جو اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق نہ ہو۔

یہ اس کی حکمت ہے کہ جب اہل کتاب میں سے بنونضیر نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بدعہدی کی تو اس نے ان کے مقابلے میں اپنے رسول ﷺ کی مدد کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گھروں اور وطن سے نکال دیا، جن سے وہ محبت کرتے تھے، ان کا اپنے گھروں اور وطن سے نکالا جانا اولین جلاوطنی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں خیبر کی طرف مقدر ٹھہرائی۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اس جلاوطنی کے علاوہ بھی ان کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ وہ جلاوطنی ہے جو خیبر سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں واقع ہوئی، پھر حضرت عمر ؓ نے (اپنے عہد خلافت میں) بقیہ تمام یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿مَا ظَنَنْتُمْ﴾ اے مسلمانو! تمہارے خیال میں بھی نہ تھا ﴿اَنْ يَّخْرُجُوْا﴾ کہ وہ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے کیونکہ ان کے گھر محفوظ اور مصئون تھے اور وہ ان میں عزت اور غلبے کے ساتھ رہتے تھے ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ گمان کر رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔'' انہیں ان قلعوں پر بہت غرور تھا، ان قلعوں نے ان کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان قلعوں کی وجہ سے ان تک پہنچا جا سکتا ہے نہ ان پر کوئی قابو پا سکتا ہے۔ اس کے ماوراء اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا امر مقدر کر دیا جس سے انھیں ان کی محفوظ پناہ گاہیں بچا سکیں نہ قلعے اور نہ قوت اور مدافعت ہی کام آ سکی ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾ ''پس اللہ نے انہیں وہاں سے آلیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہیں تھا۔'' یعنی اس طریقے اور اس راستے سے جس کے بارے میں انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں سے ان کو آلیا جائے گا۔ اور وہ یہ بات تھی ﴿وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اس سے مراد شدید خوف ہے جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی سپاہ ہے، جس کے سامنے تعداد اور سازوسامان کوئی فائدہ دیتا ہے نہ طاقت اور بہادری کوئی کام آتی ہے۔

وہ معاملہ جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ اگر کوئی خلل داخل ہوا تو اس راستے سے داخل ہوگا اور وہ ان کے قلعے تھے جہاں داخل ہو کر وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور ان قلعوں پر ان کے دل مطمئن تھے۔ جو کوئی غیر اللہ پر بھروسا کرتا ہے وہ بے یارومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو کوئی غیر اللہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ اس کے لئے وبال بن جاتا ہے، چنانچہ ان کے پاس ایک آسمانی معاملہ آیا اور ان کے دلوں میں نازل ہوا جو صبر و ثبات اور بزدلی و کمزوری کا محل و مقام ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی قوت اور بہادری کو زائل کر دیا اور اس کی جگہ کمزوری اور بزدلی دے

دی جس کو دور کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی حیلہ نہ تھا اور یہ چیز ان کے خلاف (مسلمانوں کی) مددگار بن گئی۔ بنابریں فرمایا: ﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور وہ یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر مصالحت کی کہ ان کے اونٹ جو کچھ اٹھائیں سب ان کا ہے۔ اس بنا پر انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کی چھتوں کو اکھاڑ ڈالا جو انہیں بہت اچھی لگتی تھیں اور اپنی سرکشی کی بنا پر اپنے گھروں کے برباد کرنے اور اپنے قلعوں کے منہدم کرنے پر مسلمانوں کو مسلط کر دیا تو یہ وہی ہیں جنہوں نے خود اپنے خلاف جرم کیا اور ان قلعوں اور گھروں کو برباد کرنے میں مددگار بنے۔

﴿فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ پس اے اہل بصیرت یعنی معاملات کی گہرائی میں اتر جانے والی بصیرت اور کامل عقل والو! عبرت حاصل کرو کیونکہ اس واقعے میں عبرت ہے، اس سے ان معاندین حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلتے ہیں، جن کی عزت نے انہیں کوئی فائدہ دیا نہ طاقت انہیں بچا سکی، جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب آ پہنچا، تو ان کے قلعے ان کی حفاظت نہ کر سکے، لہٰذا اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کے خصوص کا، چنانچہ یہ آیت کریمہ عبرت حاصل کرنے کے حکم پر دلالت کرتی ہے اور وہ ہے نظیر کے ذریعے سے اس کے نظیر سے عبرت حاصل کرنا اور کسی چیز کو اس چیز پر قیاس کرنا جو اس سے مشابہت رکھتی ہے، اسی عبرت سے عقل کی تکمیل اور بصیرت روشن ہوتی ہے، ایمان میں اضافہ اور حقیقی فہم حاصل ہوتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان یہودیوں کو وہ پوری سزا نہیں ملی جس کے وہ مستحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں تخفیف کر دی ہے ﴿وَلَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ﴾ اور اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھی ہوتی، جس کا انہیں سامنا کرنا پڑا اور جس کا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایسی قضا و قدر کے ذریعے سے فیصلہ کیا جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا، تو دنیا کے اندر ان کی سزا اور عذاب کا معاملہ اور ہوتا۔ اگرچہ وہ دنیا کے اندر سخت عذاب سے بچ گئے، تاہم آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے، جس کی سختی کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے ممکن نہیں، لہٰذا کبھی بھی ان کے خواب و خیال میں یہ بات نہ آئے کہ ان کی سزا پوری ہو گئی، انہوں نے بھگت لی اور اس سزا میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔ پس وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں تیار کر رکھا ہے وہ زیادہ بڑا اور زیادہ مصیبت کا حامل ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، ان کے ساتھ دشمنی کی، ان کے خلاف جنگ کی اور ان کی نافرمانی میں بھاگ دوڑ کی۔ (ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے) یہ ان لوگوں کے بارے میں عادت اور سنت الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ”اور جو کوئی اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

جب بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو کھجوروں کے درخت اور دیگر درخت کاٹنے پر ملامت کی اور اس زعم کا اظہار کیا کہ یہ فساد ہے اور اس بنا پر انہوں نے مسلمانوں کو نشانۂ طعن بنایا، تب اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اگر مسلمانوں نے کھجور کے درخت کاٹے ہیں، تو ان کو کاٹنا اور اگر ان کو باقی رکھا ہے، تو ان کو باقی رکھنا ﴿فَبِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے ہے ﴿وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ”اور تاکہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔“ کیونکہ اسی نے ان کے کھجوروں کے باغات کاٹنے اور جلانے کا تمہیں اختیار دیا تاکہ یہ سب کچھ ان کے لئے سزا اور دنیا کے اندر ان کی ذلت و رسوائی کا باعث ہو جس سے ان کی پوری بے بسی ظاہر ہو، جس کی وجہ سے وہ کھجوروں کے باغات بھی نہ بچا سکے جو ان کی قوت اور طاقت کا سبب تھے۔ (اَللِّيْنَةُ) صحیح اور راجح ترین احتمال کے مطابق ہر قسم کے کھجور کے درختوں کو شامل ہے۔

یہ ہے بنونضیر کا حال، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے اندر کیسے سزا دی؟ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جن کی طرف بنونضیر کا مال و متاع منتقل ہوا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ﴾ ”اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلایا۔“ یعنی اس بستی کے لوگوں سے، اس سے مراد بنونضیر کے لوگ ہیں۔ ﴿فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ﴾ یعنی تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں نہ لشکر اکٹھے کئے ہیں، یعنی تمہیں لشکر جمع کرنے کی مشقت نہیں اٹھانا پڑی اور نہ تمہارے مویشیوں ہی کو مشقت کا سامنا کرنا پڑا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان (یہودیوں) کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ تمہارے سامنے درگزر اور عفو کی درخواست کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ”لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور اس کی قدرت کاملہ یہ ہے کہ کوئی بچنے والا اس سے بچ سکتا ہے نہ قوت والا اس کے مقابلے میں غالب آ سکتا ہے۔

فقہاء کی اصطلاح میں فَے سے مراد وہ مال ہے جو حق کے ساتھ کفار سے کسی جنگ کے بغیر حاصل کیا جائے، مثلاً: وہ مال جسے کفار مسلمانوں کے خوف کی بنا پر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس کو فَے اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ کفار کی طرف سے، جو اس مال کے مستحق نہ تھے، مسلمانوں کی طرف لوٹا ہے، جو اس پر زیادہ حق رکھتے تھے۔

مالِ فَے کا حکم: فَے کا حکم یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ”جو مال اللہ نے بستی والوں سے اپنے رسول کو دلوایا ہے۔“ عمومی طور پر، خواہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہو یا آپ کے بعد آپ کی امت میں سے اس شخص کا زمانہ ہو جو امارت کے منصب پر فائز ہو ﴿فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ”تو وہ اللہ کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے،

اور (رسول کے) رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔" یہ آیت کریمہ اس آیت کریمہ کی نظیر ہے جو سورۂ انفال میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (الأنفال: ٨/ ٤١) "اور جان رکھو! جو چیز تم غنیمت کے طور پر کفار سے حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (اس کے) قرابت داروں، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے۔"

فَے کا مال پانچ اصناف میں تقسیم ہوتا ہے:

(۱) پانچ حصوں میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے جو مسلمانوں کے مصالح عامہ میں صرف ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا حصہ ذوی القربیٰ (رسول اللہ ﷺ کے رشتے داروں) کے لئے ہے اور ذوی القربی سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں، جہاں کہیں بھی ہوں، ان کے مردوں اور عورتوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ بنو عبد المطلب خمس وغیرہ کے پانچویں حصے میں بنو ہاشم کے ساتھ شریک ہوں گے بقیہ۔ بنو عبد مناف شریک نہیں ہوں گے کیونکہ جب قریش نے بنو ہاشم سے مقاطعت اور عداوت کا معاہدہ کیا تو بنو عبد المطلب بنو ہاشم کے ساتھ شریک تھے اور دوسروں کے برعکس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے بنو عبد المطلب کے بارے میں فرمایا: "وہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی مجھ سے الگ نہیں ہوئے۔"①

(۳) تیسرا حصہ محتاج یتیموں کے لئے ہے۔ یتیم وہ ہے جس کے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہو اور وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

(۴) چوتھا حصہ مساکین کے لئے ہے۔

(۵) اور پانچواں (آخری) حصہ مسافروں کے لئے ہے۔ اس سے مراد وہ غریب الوطن لوگ ہیں جو اپنے وطن سے کٹ کر رہ گئے ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حصے اس لئے مقرر فرمائے اور فَے کو صرف انہی معین لوگوں میں محصور کر دیا ﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ﴾ "تاکہ وہ (مال) تم میں سے دولت مند لوگوں کے ہاتھوں ہی میں گردش نہ کرتا رہے۔" اور ان کے سوا عاجز اور بے بس لوگوں کو کچھ حاصل نہ ہو۔ اس میں اس قدر فساد ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

---

① مسند احمد: ٨١/٤ واصله فى صحيح البخارى، فرض الخمس، باب و من الدليل على ان الخمس للإمام، حديث: ٣١٤٠

اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شریعت کی اتباع میں اتنی زیادہ مصلحتیں ہیں جو شمار سے باہر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ اور ایک عام اصول مقرر فرمایا: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ”رسول تمہیں جو دے، وہ لے لو اور جس سے وہ تمہیں روک دے، اس سے رک جاؤ۔“ یہ آیت کریمہ، دین کے اصول و فروع اور اس کے ظاہر و باطن سب کو شامل ہے، نیز یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں، اس سے تمسک کرنا اور اس کی اتباع کرنا بندوں پر فرض ہے اور اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں، نیز اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی چیز کے حکم پر رسول اللہ ﷺ کی نص، اللہ تعالیٰ کی نص کے مانند ہے اور اس کو ترک کرنے میں کسی کے لئے کوئی رخصت اور عذر نہیں اور کسی کے قول کو آپ کے قول پر مقدم رکھنا جائز نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تقوے کا حکم دیا جس سے دنیا و آخرت میں قلب و روح معمور ہوتی ہے، تقوے ہی میں دائمی سعادت اور فوز عظیم ہے، تقویٰ کو ضائع کرنے میں ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ”اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“ جو کوئی تقوے کو ترک کرکے، خواہشات نفس کی پیروی کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
(مال فے) فقرا مہاجرین کیلئے ہے وہ جو نکالے گئے اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے اس حال میں کہ وہ تلاش کرتے ہیں فضل
مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ
اللہ کا اور رضا مندی اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ تو سچے ہیں ○ اور (ان کے لیے ہے) جنہوں نے
تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ
بنالیا تھا (مدینہ کو) گھر اور (قبول کرلیا تھا) ایمان ان (کی ہجرت) سے پہلے، وہ (انصار) محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کرے انکی طرف اور نہیں پاتے وہ
فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
اپنے سینوں میں کوئی حاجت (حسد) اس سے جو دیے جائیں وہ (مہاجرین) اور وہ ترجیح دیتے ہیں (انکو) اوپر اپنے نفسوں کے اگرچہ ہو
بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ﴿۹﴾
خود ان کو سخت حاجت اور جو کوئی بچالیا گیا بخیلی سے اپنے نفس کی پس یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فے کے مال کو جن لوگوں کے لئے مقرر فرمایا، اس کے موجب اور اس میں حکمت کا ذکر فرمایا، نیز بیان فرمایا کہ یہی لوگ اعانت کے مستحق ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کے لئے فے میں سے حصہ مقرر کیا جائے اور یہ ان مہاجرین کے مابین ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ میں رغبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی خاطر، اپنے محبوب و مالوف گھر بار، وطن، دوستوں اور احباب کو چھوڑ دیا۔ یہی لوگ سچے ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے

تقاضے کے مطابق عمل کیا، اعمال صالحہ اور مشقت آمیز عبادت کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی بخلاف ان لوگوں کے جنھوں نے ایمان کا دعویٰ کیا مگر ہجرت اور جہاد وغیرہ عبادات کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق نہ کی، نیز انصار، یعنی اوس اور خزرج کے مابین ہے، جو اپنی خوشی، محبت اور اختیار سے ایمان لائے۔ جب عرب کے تمام شہر دارالحرب، شرک اور شر کا گڑھ تھے تب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی، سرخ وسیاہ سے آپ کی حفاظت کی، دار ہجرت وایمان میں اقامت کی یہاں تک کہ دار ہجرت ایک ایسا مرجع بن گیا جس کی طرف مومنین رخ کرتے تھے، جہاں مہاجرین پناہ لیتے اور اس کی چراگاہوں میں مسلمان سکونت اختیار کرتے۔

پس دین کی مدد کرنے والے انصار کے پاس پناہ لیتے رہے، یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا، اس نے طاقت پکڑ لی اور اس میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا گیا حتی کہ مسلمانوں نے علم وایمان اور قرآن کے ذریعے سے دلوں کو اور شمشیر وسناں کے ذریعے سے شہروں کو فتح کر لیا جن کے جملہ اوصافِ جمیلہ یہ ہیں: ﴿يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ ”وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔“ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں، اس کے احباب سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ ﴿وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا﴾ ”اور وہ اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی حاجت نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جائے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مہاجرین کو جو کچھ عطا کیا ہے اور ان کو جن فضائل ومناقب سے مختص کیا، جن کے وہ اہل ہیں، وہ ان پر حسد نہیں کرتے۔ یہ آیت کریمہ ان کے سینے کی سلامتی، ان میں بغض، کینہ اور حسد کے عدم وجود پر دلالت کرتی ہے، نیز یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مہاجرین، انصار سے افضل ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذکر کو مقدم رکھا ہے، نیز آگاہ فرمایا کہ مہاجرین کو جو کچھ عطا کیا گیا انصار اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی حسد محسوس نہیں کرتے۔ یہ آیت کریمہ یہ بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو وہ فضائل عطا کیے جو انصار اور دیگر لوگوں کو عطا نہیں کیے کیونکہ انہوں نے نصرتِ دین اور ہجرت کو جمع کیا۔

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ”اور اپنی ذات پر (ان کو) ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انھیں سخت ضرورت ہو۔“ یعنی انصار کے اوصاف میں سے ایک وصف ایثار ہے، جس کی بنا پر وہ دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں اور ان سے ممتاز ہیں اور یہ کامل ترین جود وسخا ہے اور نفس کے محبوب اموال وغیرہ میں ایثار کرنا اور ان اموال کے خود حاجت مند بلکہ ضرورت مند اور بھوکے ہونے کے باوجود دوسرے پر خرچ کرنا، یہ وصف اخلاق زکیہ، اللہ تعالیٰ سے محبت، پھر شہوات نفس اور اس کی لذات پر اللہ کی محبت کو مقدم رکھنے ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

جملہ واقعات میں اس انصاری کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس کے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے

جب اس نے خود کھانے اور اپنے گھر والوں کو کھلانے پر اپنے مہمان کو ترجیح دی اور تمام گھر والوں اور بچوں نے رات بھوکے بسر کی۔

(اِیثَارٌ) ''ترجیح دینا'' (اَثَرَۃٌ) ''خود غرضی'' کی ضد ہے ایثار قابل تعریف وصف ہے اور خود غرضی مذموم ہے کیونکہ یہ بخل اور حرص کے خصائل کے زمرے میں آتی ہے اور جسے ایثار عطا کیا گیا اسے نفس کے بخل وحرص سے بچا لیا گیا۔ ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح یاب ہیں۔'' اور نفس کے حرص سے بچنے میں ایسے تمام امور میں حرص سے بچنا شامل ہے جن کا حکم دیا گیا ہے، جب بندہ نفس کے حرص سے بچ گیا، تو اس کے نفس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام آسان لگتے ہیں وہ خوشی سے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اِنشراحِ صدر کے ساتھ ان کی تعمیل کرتا ہے، اور نفس کے لئے ان تمام امور کو ترک کرنا سہل ہو جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، خواہ یہ نفس کے محبوب امور ہی کیوں نہ ہوں اور نفس اس کی طرف بلاتا اور ان کی طرف رغبت کیوں نہ دلاتا ہو۔ اس شخص کے نفس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اسی سے فوز وفلاح حاصل ہوتی ہے، برعکس اس شخص کے جو نفس کے بخل وحرص سے بچا ہوا نہیں بلکہ بھلائی کے بارے میں حرص کی بیماری میں مبتلا ہے اور یہ حرص شر کی جڑ اور اس کی بنیاد ہے۔

پس اہل ایمان کی یہ دو فضیلت والی پاک اصناف ہیں اور وہ صحابۂ کرام اور ائمۂ اعلام ہیں جنہوں نے سابقیت کے اوصاف، فضائل اور مناقب کو جمع کر لیا ان کے بعد کسی نے ان سے سبقت نہیں کی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھلائی میں پہلے لوگوں کو جا لیا اور اس طرح وہ مومنوں کے سربراہ، مسلمانوں کے سردار اور اہل تقویٰ کے قائد بن گئے۔ ان کے بعد آنے والوں کے لئے یہی فضیلت کافی ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے طریق کو راہ نما بنائیں، اس لئے بعد میں آنے والوں میں سے جو کوئی ان کو راہ نما بناتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور (ان کیلئے ہے) جو آئے انکے بعد وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے پہل کی ہم سے

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ایمان (لانے) میں اور نہ رکھ تو ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے

رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑩ ع

اے ہمارے رب! بلاشبہ تو بہت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے ○

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ یعنی جو (اہل ایمان) مہاجرین وانصار کے بعد آئے ﴿يَقُوْلُوْنَ﴾ وہ

اپنی اور تمام مومنین کی خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔“ یہ دعا تمام گزرے ہوئے اہل ایمان، صحابہ، ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے تمام اہل ایمان کو شامل ہے۔

یہ ایمان کی فضیلت ہے کہ اہل ایمان ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایمان میں مشارکت کے سبب سے ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ایمان مومنین کے درمیان اخوت کا تقاضا کرتا ہے جس کی فروع میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں اور ایک دوسرے سے محبت کریں، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دعا میں قلب سے کینے کی نفی کا ذکر فرمایا جو قلیل وکثیر ہر قسم کے کینے کو شامل ہے۔ جب کینے کی نفی ہوگئی تو اس کی ضد ثابت ہوگئی اور وہ ہے اہل ایمان کے مابین محبت وموالات اور خیر خواہی وغیرہ جو اہل ایمان کے حقوق شمار ہوتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد آنے والوں کو ایمان کے وصف سے موصوف کیا ہے کیونکہ ان کا قول: ﴿سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ﴾ ایمان میں ان کی مشارکت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عقائد، ایمان اور اس کے اصول میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ اہل سنت والجماعت ہیں کیونکہ یہ وصف تام صرف انہی پر صادق آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کے اقرار اور پھر ان گناہوں سے استغفار کے ساتھ موصوف کیا ہے، نیز یہ کہ وہ ایک دوسرے کے لئے استغفار کرتے ہیں اور مومن بھائیوں کے خلاف کینہ اور حسد کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ ان کا اس چیز کی دعا کرنا، ان امور کو مستلزم ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان کے ایک دوسرے سے محبت کرنے کو مستلزم ہے اور اس امر کو بھی مستلزم ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں، اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد اس کی خیر خواہی کرے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ یہ سب کچھ اہل ایمان کے ایک دوسرے پر جملہ حقوق ہیں، پھر انہوں نے اپنی دعا کو اللہ تعالیٰ کے دو اسمائے کریمہ پر ختم کیا جو اللہ تعالیٰ کے کمال رحمت اور شدت رأفت واحسان پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جملہ احسانات میں سے بلکہ ان میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے حقوق اور اپنے بندوں کے حقوق قائم کرنے کی توفیق سے بہرہ ور کیا۔

یہ تین اصناف کے لوگ اسی امت کے لوگ ہیں جو فے کے مستحق ہیں جس کا مصرف اسلام کے مصالح کی طرف راجع ہے اور وہی لوگ اس کی اہلیت رکھتے ہیں جو اس کے اہل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں بھی ان میں شامل کرے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جنھوں نے منافقت کی، وہ کہتے ہیں اپنے ان بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے

لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا لا وَّإِنْ قُوتِلْتُمْ

البتہ اگر نکالے گئے تم تو ہم ضرور نکلیں گے تمہارے ساتھ اور نہیں اطاعت کرینگے ہم تمہارے معاملے میں کسی کی کبھی بھی اور اگر لڑائی کیے گئے تم

لَنَنْصُرَنَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ⑪ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ج

تو ہم ضرور مدد کرینگے تمہاری اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں○ البتہ اگر نکالے گئے وہ تو نہیں نکلیں گے یہ ان کیساتھ

وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ج وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ⑫

اور اگر لڑائی کیے گئے وہ تو نہیں مدد کرینگے وہ انکی اور البتہ اگر وہ مدد کریں گے بھی انکی تو ضرور پھیر جائیں گے وہ پیٹھیں پھر نہیں مدد کیے جائیں گے وہ○

لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ⑬

البتہ تم (اے مسلمانو!) زیادہ ہو باعتبار ہیبت کے انکے دلوں میں بہ نسبت اللہ کے، یہ اس لیے کہ بیشک وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں سمجھتے○

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین کے احوال پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے جنہوں نے اپنے اہل کتاب بھائیوں کو اپنی مدد اور اہل ایمان کے خلاف موالات کا لالچ دیا تھا، وہ ان سے کہہ رہے تھے: ﴿لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا﴾ ”اگر تم نکال دیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہی نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہیں مانیں گے۔“ یعنی تمہاری نصرت و مدد کے بارے میں جو کوئی ہمیں برا بھلا کہے گا یا ڈرائے گا، ہم تمہاری عدم نصرت میں اس کی اطاعت نہیں کریں گے ﴿وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ﴾ ”اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو یقیناً ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔“ یعنی وہ اس وعدے میں جھوٹے ہیں جس کے ذریعے سے انہوں نے اپنے بھائیوں کو دھوکے میں مبتلا کیا۔ ان کے اس جھوٹے وعدے کو زیادہ اہمیت نہ دیں کیونکہ جھوٹ ان کا وصف، فریب اور دھوکہ ان کے ساتھی، نفاق اور بزدلی ان کے دوست ہیں۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے ان کی تکذیب کی ہے جس ارشاد کو ویسے ہی پایا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے اسکی خبر دی تھی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوا﴾ یعنی اگر ان کو جلاوطن کرنے کے لئے ان کے گھروں سے نکالا جائے ﴿لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ﴾ تو اپنے وطن کی محبت، قتال پر ان کے عدم صبر اور اپنے وعدے کے عدمِ ایفا کی بنا پر وہ ان کے ساتھ ہرگز نہیں نکلیں گے۔ ﴿وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ﴾ ”اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے“ بلکہ ان پر بزدلی غالب آجائے گی، کمزوری قبضہ کرے گی اور وہ اپنے بھائیوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے جو ان کے سب سے زیادہ محتاج ہوں گے۔ ﴿وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ﴾ اور فرض کیا اگر انہوں نے ان کی مدد کی ﴿لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ تو وہ قتال اور ان کی مدد سے پیٹھ پھیر لیں

گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی مدد حاصل نہیں ہوگی۔

اے مومنو! وہ سبب جس نے ان کو اس امر پر آمادہ کیا ہے، یہ ہے کہ ﴿ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ”تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے بڑھ کر ہے۔“ اس لئے جتنا وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس سے بڑھ کر وہ تم سے ڈرتے ہیں۔ پس انہوں نے مخلوق کے خوف کو، جو خود اپنے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی، خالق کے خوف پر مقدم رکھا ہے ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ”یہ اس لئے کہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔“ یعنی وہ امور کے مراتب کو نہیں سمجھتے۔ وہ اشیاء کے حقائق کی معرفت رکھتے ہیں نہ وہ انجام کا تصور کر سکتے ہیں۔ کامل ترین سمجھ اور تفقہ یہ ہے کہ خالق کے خوف، اس پر امید اور اس کی محبت کو غیر کے خوف، امید اور محبت پر مقدم رکھا جائے، غیر کا خوف، امید اور محبت خالق کے خوف، امید اور محبت کے تابع ہو۔

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ

نہیں لڑیں گے وہ تم سے سب مل کر بھی مگر ایسی بستیوں میں جو قلعہ بند ہیں یا دیواروں کے پیچھے سے، انکی لڑائی (عداوت) آپس میں

شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۚ﴿۱۴﴾

بہت سخت ہے آپ گمان کرتے ہیں انکو اکٹھے جب کہ انکے دل جدا جدا ہیں یہ بوجہ اسکے کہ بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں عقل رکھتے ○

﴿ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا ﴾ ”وہ سب مل کر بھی تم سے نہیں لڑ سکیں گے۔“ یعنی اجتماعی حالت میں وہ تم سے قتال نہیں کریں گے۔ ﴿ اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ﴾ ”مگر ایسی بستیوں میں جو قلعہ بند ہیں یا دیواروں کی اوٹ سے۔“ یعنی وہ تمہارے خلاف لڑائی میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں نہ اس پر عزم کا مظاہرہ کر سکتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب وہ بستیوں میں قلعہ بند ہو کر لڑ رہے ہوں یا دیواروں اور فصیلوں کے پیچھے سے لڑ رہے ہوں، تب اس صورت میں ان کو اپنی شجاعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے قلعوں اور فصیلوں کے سہارے بسا اوقات حفاظت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سب سے بڑی مذمت ہے۔ ﴿ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ﴾ ”ان کی آپس میں لڑائی بہت سخت ہوتی ہے۔“ ان کے بدن میں کوئی آفت ہے نہ ان کی قوت میں، آفت تو ان کے ضعف ایمان اور ان کے کلمہ کے عدم اجتماع میں ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا ﴾ جب آپ انہیں مجتمع اور ایک دوسرے کی مدد کرتے دیکھتے ہیں تو انہیں متحد سمجھتے ہیں ﴿ وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ﴾ مگر ان کے دل ایک دوسرے کے خلاف بغض رکھنے والے، متفرق اور مُتَشَتِّت ہیں۔ ﴿ ذٰلِكَ ﴾ ”یہ بات“ جس نے انہیں مذکورہ صفات سے متصف کیا ہے ﴿ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴾ ”اس سبب سے ہے کہ وہ عقل وخرد نہیں رکھتے۔“

اگر وہ عقل سے بہرہ ور ہوتے تو فاضل کو مفضول پر ترجیح دیتے اور اپنے لئے ناقص ترین حصے پر راضی نہ ہوتے، ان میں اتحاد ہوتا اور ان کے دل ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے، اور یوں وہ ایک دوسرے کی مدد

کرتے، ایک دوسرے کو مضبوط کرتے اور اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں ایک دوسرے کے معاون بنتے۔ اس قسم کے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال پر چھوڑ دیا ہے اہل کتاب میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی خاطر انتقام لیا اور انہیں دنیا کی زندگی کی رسوائی کا مزا چکھایا۔

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ ⑮

مانند صفت ان لوگوں کے جو ان سے پہلے ہوئے قریب ہی چکھ لیا انہوں نے وبال اپنے کام (کفر) کا اور ان کیلئے ہے عذاب دردناک ○

ان لوگوں کی مدد کا معدوم ہونا جنہوں نے ان کے ساتھ معاونت کا وعدہ کیا تھا ﴿كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا﴾ ”ان کا حال ان لوگ کا سا ہے جو ان سے کچھ ہی پیشتر ہوئے۔“ اس سے مراد قریش ہیں، جن کے اعمال کو شیطان نے مزین کیا اور کہا: ﴿لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ﴾ (الأنفال: ٨/٤٨) ”آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور میں تمہارا ساتھی ہوں، جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور کہنے لگا: میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔“ چنانچہ انہوں نے خود اپنے آپ کو فریب دیا اور ان کو فریب دینے والوں نے بھی فریب دیا جو ان کے کام آسکے نہ ان سے عذاب کو دور کر سکے حتی کہ وہ بڑے فخر اور بڑے کروفر سے ”بدر“ کے مقام پر پہنچ گئے، وہ سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو جالیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی مدد کی، چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیے گئے، ان میں کچھ کو قیدی بنا لیا گیا اور کچھ فرار ہو گئے۔ اس طرح ﴿ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ﴾ انہوں نے اپنے شرک اور بغاوت کے وبال کا مزا چکھ لیا۔ یہ سزا دنیا کے اندر ہے ﴿وَلَهُمْ﴾ اور آخرت میں ان کے لئے ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ

(انکی مثال) مانند حالت شیطان کے ہے جب وہ کہتا ہے انسان کو کہ تو کفر کر پس جب وہ کفر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے بلاشبہ میں تو بری ہوں تجھ سے

اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯

بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ رب العالمین سے ○

ان منافقین کی مثال، جنہوں نے اپنے اہل کتاب بھائیوں کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے ﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ﴾ ”شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا رہا کہ کافر ہو جا۔“ یعنی شیطان نے انسان کے سامنے کفر کو مزین کر کے خوبصورت بنا دیا اور اسے کفر کی طرف دعوت دی۔ جب انسان نے دھوکے میں مبتلا ہو کر کفر کا ارتکاب کیا اور اسے بدبختی حاصل ہوئی، تو شیطان اس کے کسی کام نہ آیا جس نے اس کی سرپرستی کی تھی اور

کفر کی طرف دعوت دی تھی بلکہ شیطان نے اس سے براءت کا اظہار کیا اور ﴿قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”کہا کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔“ یعنی مجھے تجھ سے عذاب کو دور ہٹانے کی کوئی قدرت اور اختیار حاصل نہیں، میں ذرہ بھر بھلائی کے لئے تیرے کوئی کام نہیں آ سکتا۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ⑰ ع

پھر ہوتا ہے ان دونوں کا انجام کہ بلاشبہ وہ دونوں ہی آگ میں ہونگے ہمیشہ رہیں گے اس میں اور یہی ہے جزا (سزا) ظالموں کی ○

ع ٢ ٥

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ﴾ ”پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا۔“ یعنی داعی جو کہ شیطان ہے اور مدعو، جو کہ انسان ہے جبکہ وہ شیطان کی اطاعت کرے ﴿اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا﴾ ”دونوں جہنم میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ﴾ (فاطر: ٣٥/٦) ”وہ تو اپنے گروہ کو اس لئے دعوت دیتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں میں شامل ہو جائیں۔“ ﴿وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ﴾ ”اور یہی ہے بدلہ ظالموں کا۔“ جنہوں نے ظلم اور کفر میں اشتراک کیا، اگرچہ ان کے لئے عذاب کی شدت مختلف ہوگی۔

شیطان کا اپنے تمام دوستوں کے ساتھ یہی رویہ ہے۔ وہ ان کو دعوت دیتا ہے اور فریب سے انہیں ایسے امور کے قریب لے آتا ہے جو ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب وہ جال میں پھنس جاتے ہیں اور ہلاکت کے اسباب انہیں آ گھیرتے ہیں تو ان سے بری الذمہ ہو کر ان سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی ملامت ہے اس شخص پر جو اس کی اطاعت کرتا ہے، حالانکہ اللہ نے اس سے بچنے کے لئے کہا ہے، اس سے ڈرایا ہے اور اس کے اغراض و مقاصد سے خبردار کیا ہے۔ لہٰذا اس کی اطاعت کرنے والا واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، اس کے پاس کوئی عذر نہیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھے ہر نفس کیا آگے بھیجا ہے اس نے کل کیلئے؟ اور ڈرو تم اللہ سے بلاشبہ

اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ

اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو ○ اور نہ ہو تم مانند ان لوگوں کے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پس بھلوا دیئے اللہ نے ان کو انکے نفس

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ⑲ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

یہی لوگ فاسق ہیں ○ نہیں برابر آگ والے (جہنمی) اور باغ والے (جنتی) جنتی

هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ⑳ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

ہی کامیاب ہیں ○ اگر نازل کرتے ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو دیکھتا تو اس (پہاڑ) کو جھکنے والا پھٹنے والا

مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ㉑

اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں ہیں، ہم بیان کرتے ہیں ان کو لوگوں کے لئے شاید کہ وہ غور و فکر کریں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان امور کا حکم دیتا ہے، جن کا ایمان موجب ہے اور کھلے چھپے تمام احوال میں التزام تقویٰ کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ ان اوامر و حدود کی رعایت رکھیں جن کا اللہ نے انہیں حکم دیا ہے اور اس بات پر غور کریں کہ ان کے فرائض کیا ہیں اور ان کے لئے عنایات کیا ہیں اور انہوں نے کون کون سے اعمال کئے جو انہیں قیامت کے روز نفع یا نقصان دیں گے؟ کیونکہ جب وہ آخرت کو اپنا نصب العین اور اپنے دلوں کا قبلہ بنا لیں گے اور آخرت میں قیام کا اہتمام کریں گے تو وہ کثرت اعمال کی کوشش کریں گے جو اس نصب العین تک پہنچاتے ہیں اور ایسے قواطع طریق سے اس کو پاک کرتے ہیں، جو انہیں سیر و سلوک سے روکتے ہیں یا انہیں باز رکھتے ہیں یا ان کا رخ بدل دیتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے، ان کے اعمال اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، ان کے اعمال اس کے ہاں ضائع ہوتے ہیں نہ بیکار جاتے ہیں تو یہ چیز ان پر جدوجہد کو واجب کرتی ہے۔

یہ آیت کریمہ بندے کے لئے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی بنیاد ہے۔ وہ یہ کہ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کا معائنہ کرے۔ اگر وہ اپنے اندر کوئی لغزش دیکھے تو اس کو ختم کر کے خالص توبہ کے ذریعے سے ان امور سے منہ موڑ کر اس کا تدارک کرے جو اس لغزش کا باعث ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے بارے میں اپنے آپ میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اپنی پوری کوشش صرف کر دے، اس کی تکمیل و اتمام اور اس کی اچھی طرح تعمیل کے لئے اپنے رب سے مدد مانگے، اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات و احسانات اور اپنی تقصیر کے مابین موازنہ کرے، یہ چیز لامحالہ اس کے لئے حیاء کی موجب ہوگی۔

یہ ہر لحاظ سے حرماں نصیبی ہے کہ بندہ اس معاملے میں غافل رہے اور ان لوگوں کے مشابہ ہو جائے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اس کے ذکر سے اور اس کے حق کو ادا کرنے سے غافل ہو گئے۔ وہ اپنے حظوظ نفس اور اس کی شہوات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس وہ کامیاب ہوئے نہ کوئی فائدہ حاصل کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے مصالح کو فراموش کرا دیا اور ان کو ان مصالح کے منافع سے غافل کر دیا۔ ان کا معاملہ افراط و تفریط کا شکار ہو گیا، تب وہ دنیا و آخرت کے خسارے کی طرف لوٹ گئے اور ایسے نقصان میں پڑ گئے کہ جس کا تدارک ممکن ہے نہ اس کی اصلاح کیونکہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے رب کی اطاعت سے نکل کر اس کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔

پس وہ شخص جو تقویٰ کی حفاظت کرتا ہے اور اس چیز پر نظر رکھتا ہے جو اس نے کل کے لئے آگے بھیجی ہے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ نعمتوں بھری جنت اور تکدر سے پاک زندگی کا مستحق ہوا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوا، اس نے اس کے حقوق فراموش کر دیے پس وہ دنیا میں بدبخت ٹھہرا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوا، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

نہیں! یقیناً نہیں! پہلی قسم کے لوگ کامیاب ہیں اور دوسری قسم کے لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حقائق کو واضح کر دیا اور اس نے اپنی کتاب عزیز میں اپنے بندوں کو اوامر و نواہی عطا کیے تو یہ چیز اس بات کی موجب تھی کہ وہ اس کی طرف سبقت کرنے میں جلدی کرتے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ان کو دعوت اور ترغیب دی، خواہ وہ قساوت اور صلابت قلبی میں مضبوط پہاڑوں کی مانند ہی کیوں نہ ہوتے۔ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی نازل کر دیا جاتا تو آپ اسے خشیت الٰہی سے عاجز اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا پاتے۔ یعنی اس کا سبب دلوں میں اس کی کمال تاثیر ہے کیونکہ قرآن کے مواعظ علی الاطلاق سب سے بڑے مواعظ ہیں۔ اس کے اوامر و نواہی حکمتوں اور مصالح پر مشتمل ہیں، یہ نفوس کے لئے سب سے زیادہ سہل اور ابدان کے لئے سب سے زیادہ آسان ہیں، یہ ہر قسم کے تکلف سے خالی ہیں، ان میں کوئی تناقض ہے نہ اختلاف، ان پر عمل کرنے میں کوئی صعوبت ہے نہ بے راہ روی، یہ اوامر و نواہی ہر زمان و مکان کے لئے درست اور ہر شخص کے لائق ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حرام اور حلال واضح کرتا ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں تفکر و تدبر کریں، کیونکہ آیات الٰہی میں تفکر، بندے کے لئے علم کے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے، اس کے سامنے خیر اور شر کے راستوں کو واضح کر دیتا ہے اور اس کو مکارم اخلاق اور محاسن عادات کی ترغیب دیتا ہے اور برے اخلاق سے اسے روکتا ہے، لہٰذا بندے کے لئے قرآن میں تفکر اور اس کے معانی میں تدبر سے بڑھ کر کوئی چیز فائدہ مند نہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ

وہ اللہ وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود (برحق) سوائے اس کے جاننے والا ہے غیب اور حاضر کا وہ رحمٰن ہے

الرَّحِیْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

رحیم ہے ○ وہ اللہ وہ ذات ہے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی بادشاہ ہے نہایت پاک سالم تمام عیبوں سے امن دینے والا

الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ

نگہبان زبردست زور آور بڑائی والا پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○ وہ ہے اللہ

الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

خالق موجد صورت گر اسی کے لیے ہیں اسمائے حسنٰی، تسبیح کرتی ہے اسی کی جو چیز آسمانوں

وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿٢٤﴾

اور زمین میں ہے اور وہ غالب خوب حکمت والا ہے ○

یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسمائے حسنٰی اور اوصاف عالیہ پر مشتمل اور عظمت شان اور بے مثال

برہان کی حامل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ وہ عظیم کمال، سب کو شامل احسان اور تدبیر عام کا مالک ہے، اس کے سوا ہر معبود باطل ہے اور عبادت کے ذرہ بھر کے مستحق نہیں کیونکہ وہ محتاج، عاجز اور ناقص ہیں، وہ اپنے لئے اور کسی دوسرے کے لئے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا وصف بیان کیا ہے کہ اس کا عمومِ علم ہر اس چیز کو شامل ہے جو مخلوق کی نظروں سے اوجھل ہے اور جس کا وہ مشاہدہ کرتی ہے، اس کی رحمتِ عامہ ہر چیز پر سایہ کناں اور ہر زندہ ہستی تک پہنچتی ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عموم الوہیت اور اس میں متفرد ہونے کا بتکرار ذکر کیا، نیز یہ کہ وہ تمام ممالک کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی اور ان میں رہنے والے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، محتاج اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔

﴿الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ﴾ یعنی وہ مقدس، ہر عیب ونقص سے پاک، معظم اور بزرگی والا ہے کیونکہ صفت ﴿الْقُدُّوْسُ﴾ ہر عیب ونقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، اس کے اوصاف وجلال میں اس کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے ﴿الْمُؤْمِنُ﴾ یعنی وہ اپنے انبیاء ورسل کی اور جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں، اس کی براہین قاطعہ اور واضح دلائل کے ساتھ تصدیق کرتا ہے (اور انہیں اپنی حفاظت اور امان میں رکھتا ہے)۔ ﴿الْعَزِيْزُ﴾ جس پر غالب آیا جاسکتا ہے نہ اس کے سامنے رکاوٹ بنا جاسکتا ہے بلکہ وہ ہر چیز پر غالب اور ہر چیز اس کے سامنے فروتن وسرافگندہ ہے ﴿الْجَبَّارُ﴾ جو تمام بندوں پر غالب ہے اور تمام مخلوق اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہے، جو ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا اور محتاج کو بے نیاز کرتا ہے۔ ﴿الْمُتَكَبِّرُ﴾ جو عظمت و کبریائی کا مالک، ظلم وجور اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔ ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ یہ تنزیہ عام ہے، ہر اس وصف سے جس سے شرک کرنے اور عناد رکھنے والے اس کو موصوف کرتے ہیں۔

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ﴾ جو تمام مخلوقات کا خالق ہے ﴿الْبَارِئُ﴾ جو تمام کائنات کو نیست سے ہست (عدم سے وجود) میں لاتا ہے ﴿الْمُصَوِّرُ﴾ وہ تمام صورت رکھنے والوں کی صورت گری کرتا ہے۔ یہ تمام اسمائے حسنٰی تخلیق وتدبیر اور تقدیر سے متعلق ہیں۔ ان تمام اوصاف میں اللہ تبارک وتعالیٰ متفرد ہے اور کوئی اس میں شریک نہیں۔ ﴿لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ یعنی اس کے بہت زیادہ نام ہیں جن کو کوئی معلوم کرسکتا ہے نہ شمار کرسکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے تمام نام اچھے ہیں، یعنی اس کے تمام نام صفات کمال ہیں بلکہ یہ اسماء کامل ترین اور عظیم ترین صفات پر دلالت کرتے ہیں، جن میں کسی بھی لحاظ سے کوئی نقص نہیں۔ ان اسماء کا حسن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے اور وہ اس شخص کو بھی پسند کرتا ہے جو ان اسماء کو پسند کرتا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اس کو پکاریں اور ان ناموں کے واسطے سے اس سے سوال کریں۔

یہ اس کا کمال ہے کہ وہ اسمائے حسنٰی اور صفات علیا کا مالک ہے، نیز یہ کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والے

دائمی طور پر اس کے محتاج ہیں، اس کی حمد وثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس سے اپنی تمام حوائج کا سوال کرتے ہیں۔ وہ اپنے فضل وکرم سے انہیں وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جس کا تقاضا اس کی رحمت اور حکمت کرتی ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ یعنی وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کی حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔

تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُمْتَحِنَةِ

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ (۶۰) مَدَنِيَّةٌ (۹۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۳
رُكُوْعَاتُهَا ۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ بناؤ تم میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست، تم پیغام بھیجتے ہو ان کی طرف
بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ
دوستی کا حالانکہ انہوں نے کفر کیا ہے ساتھ اس چیز کے جو آیا ہے تمہارے پاس حق، وہ نکالتے ہیں رسول کو اور خود تمہیں بھی
اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ
اسلئے کہ تم ایمان لاتے ہو اللہ (یعنی) اپنے رب پر۔ (نہ دوست بناؤ) اگر ہو تم نکلتے جہاد کیلئے میرے راستے میں اور تلاش کرنے کیلئے میری رضامندی
تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ ق وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ
تم پوشیدہ پیغام بھیجتے ہو انکی طرف دوستی کا؟ اور میں خوب جانتا ہوں اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو اور اس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی
يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ① اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً
کرے یہ کام تم میں سے تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا سیدھی راہ سے ○ اگر وہ پائیں تم کو تو ہو جائیں وہ واسطے تمہارے دشمن،
وَّيَبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ② ؕ لَنْ تَنْفَعَكُمْ
اور دراز کریں تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں ساتھ برائی کے، اور وہ پسند کریں کاش کہ تم بھی کفر کرو○ ہر گز نہیں نفع دیں گے تمہیں
اَرْحَامُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚۛ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
تمہارے رشتے ناتے اور نہ تمہاری اولاد دن قیامت کے وہ فیصلہ کریگا تمہارے درمیان (اس میں) اور اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو
بَصِيْرٌ ③ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا
خوب دیکھنے والا ہے○ تحقیق ہے تمہارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اسکے ساتھ تھے، جب انہوں نے کہا تھا
لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ز كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا
اپنی قوم سے بلاشبہ ہم بری ہیں تم سے اور ان سے جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے، کفر کیا ہم نے ساتھ تمہارے اور ظاہر ہو گئی

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ إِلَّا قَوْلَ

ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان عداوت اور بغض ہمیشہ کے لیے یہاں تک کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اکیلے کے، مگر کہنا

إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا

ابراہیم کا اپنے باپ سے کہ ضرور مغفرت طلب کرونگا میں تیرے لیے اور نہیں اختیار رکھتا میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز کا بھی اے ہمارے رب!

عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ④ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ

تجھی پر توکل کیا ہم نے اور تیری ہی طرف رجوع کیا ہم نے اور تیری ہی طرف (ہمارا) لوٹنا ہے ○ اے ہمارے رب! نہ بنا تو ہمیں فتنہ ان لوگوں کیلئے

كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑤ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ

جنہوں نے کفر کیا اور بخش دے ہمیں اے ہمارے رب! بلاشبہ تو ہی ہے بڑا زبردست، خوب حکمت والا ○ البتہ تحقیق ہے تمہارے لیے ان میں نمونہ

حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْأٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

بہترین اس شخص کیلئے جو ہو امید رکھتا اللہ (سے ملاقات) کی اور یوم آخرت کی اور جو کوئی روگردانی کرے تو بلاشبہ اللہ ہی ہے بے پروا

الْحَمِيْدُ ⑥ ع عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ

قابل تعریف ○ امید ہے کہ اللہ یہ کہ (پیدا) کردے وہ درمیان تمہارے اور درمیان ان لوگوں کے کہ عداوت رکھتے ہو تم ان سے دوستی

وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑦ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ

اور اللہ خوب قدرت والا ہے، اور اللہ غفور رحیم ہے ○ نہیں روکتا تمہیں اللہ ان لوگوں سے جو نہیں لڑے تم سے

فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا إِلَيْهِمْ ۭ

دین کی بابت اور نہیں نکالا انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے، اس بات سے کہ تم حسن سلوک کرو ان سے اور انصاف کرو تم انکے حق میں

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑧ إِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ

بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو ○ یقیناً روکتا ہے تمہیں اللہ ان لوگوں سے جو لڑے تم سے دین کی بابت،

وَأَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اور انہوں نے نکالا تمہیں تمہارے گھروں سے اور انہوں نے مدد کی تمہارے نکالنے میں، اس بات سے کہ تم دوستی کرو ان سے،

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑨

اور جو کوئی دوستی کرے ان سے تو وہی لوگ ظالم ہیں ○

بہت سے مفسرین رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ان آیات کریمہ کا سبب نزول حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ فتح مکہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ کے مشرکین کو خط لکھا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی اطلاع دے دی۔ یہ اطلاع شک اور نفاق کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مشرکین پر ایک احسان کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ خط ایک عورت کے ذریعے سے روانہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے

نبی اکرم ﷺ کو تمام معاملے سے آگاہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے مکہ پہنچنے سے پہلے پہلے اس کی طرف آدمیوں کو بھیجا اور اس سے وہ خط برآمد کرا لیا۔ آپ نے حاطب ؓ پر ناراضی کا اظہار فرمایا تو حاطب ؓ نے ایسا عذر پیش کیا جسے نبی کریم ﷺ نے قبول فرما لیا۔

ان آیات کریمہ میں کفار و مشرکین وغیرہ سے موالات اور مودت رکھنے کی سخت ممانعت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ موالات و مودت ایمان اور ملت ابراہیم ؑ کے منافی اور عقل کے خلاف ہے جو ایسے دشمن سے پوری طرح سے بچنے کو واجب قرار دیتی ہے جو اپنی دشمنی میں جہد و کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتا اور اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے ایمان والو!'' اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو، جو ایمان لائے اس کے ساتھ موالات و مودت رکھو، جو ایمان کے ساتھ عداوت رکھے تم اس کے ساتھ عداوت رکھو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن اور اہل ایمان کا دشمن ہے، لہٰذا ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ﴾ نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ﴿وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾ ''اور اپنے دشمن کو دوست، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔'' یعنی تم ان کی محبت و مودت اور اس کے اسباب کے حصول کی کوشش میں جلدی مچاتے ہو۔ جب مودت حاصل ہو جاتی ہے تو نصرت و موالات اس کے پیچھے آتی ہیں، تب بندہ ایمان کے دائرے سے نکل کر اہل کفران کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ کافر کو دوست بنانے والا یہ شخص مروت سے بھی محروم ہے، وہ اپنے سب سے بڑے دشمن سے کیوں کر موالات رکھتا ہے جو اس کے بارے میں صرف برائی کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے رب کی کیوں کر مخالفت کرتا ہے جو اس کے بارے میں صرف بھلائی چاہتا ہے، اسے بھلائی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی کی ترغیب دیتا ہے؟

مومن کو کفار کے ساتھ عداوت رکھنے کی طرف یہ چیز بھی دعوت دیتی ہے کہ انہوں نے اس حق کو ماننے سے انکار کر دیا جو مومنوں کے پاس آیا تھا۔ اس مخالفت اور دشمنی سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں، انہوں نے تمہارے اصل دین کا انکار کیا ہے، ان کا گمان ہے کہ تم گمراہ ہو، ہدایت پر نہیں ہو۔ اور ان کا حال یہ ہے کہ انہوں نے حق کا انکار کیا جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور جو کوئی حق کو ٹھکراتا ہے تو یہ امر محال ہے کہ اس کے پاس کوئی دلیل یا حجت پائی جائے جو اس کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہو، بلکہ حق کا مجرد علم ہی اس شخص کے قول کے بطلان اور فساد پر دلالت کرتا ہے جو حق کو ٹھکراتا ہے۔ یہ ان کی انتہا کو پہنچتی ہوئی عداوت ہے کہ ﴿یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ﴾ اے مومنو! وہ رسول کو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں اور تمہیں جلاوطن کرتے ہیں۔

ان کے ہاں اس بارے میں تمہارا اس کے سوا کوئی گناہ نہیں کہ ﴿اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ﴾ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو جس کی عبودیت کو قائم کرنا تمام مخلوق پر فرض ہے کیونکہ اسی نے ان کی پرورش کی اور ان کو

ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ جب انہوں نے اس کام سے منہ موڑ لیا، جو سب سے بڑا فرض تھا اور تم نے اس کو قائم کیا، تو وہ تمہارے ساتھ دشمنی پر اتر آئے اور اس بنا پر انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا۔ تب کون سا دین، کون سی مروت اور کون سی عقل بندے کے پاس باقی رہ جاتی ہے اگر پھر بھی وہ کفار کے ساتھ موالات رکھے جن کا ہر زمان و مکان میں یہی وصف رہا ہے؟ ان کو خوف یا کسی طاقتور مانع کے سوا کسی چیز نے ایسا کرنے سے نہیں روکا۔

﴿اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ﴾ یعنی اگر تمہارا گھروں سے نکلنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور اس کی رضا کی طلب کے لئے جہاد فی سبیل اللہ ہے، تو اس کے تقاضے کے مطابق اولیاء اللہ سے موالات اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھو، یہ اس کے راستے میں سب سے بڑا جہاد اور سب سے بڑا وسیلہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والے اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے سے اس کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ﴿تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ﴾ یعنی تم کفار کے ساتھ مودت کو کیسے چھپاتے ہو، حالانکہ تمہیں علم ہے کہ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ تمہارا کفار کے ساتھ مودت و موالات رکھنا اگرچہ اہل ایمان پر چھپا ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ وہ عنقریب اپنے بندوں کو ان کے بارے میں اپنے علم کے مطابق نیکی اور بدی کی جزا و سزا دے گا۔ ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ﴾ اور جو کوئی کفار سے موالات رکھے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔ ﴿فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ”تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا“ کیونکہ وہ ایسے راستے پر چل پڑا جو شریعت، عقل اور مروت انسانی کے خلاف ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی عداوت پر برانگیختہ کرنے کے لئے کفار کی شدتِ عداوت کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ﴾ یعنی اگر وہ تمہیں پائیں اور تمہیں اذیت پہنچانے کا ان کو موقع ملے ﴿يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً﴾ تو وہ تمہارے کھلے دشمن ہو جائیں گے ﴿وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ﴾ اور قتل اور ضرب لگانے وغیرہ کے لئے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔ ﴿وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ﴾ اور ایسی بات کہیں گے جو تکلیف دہ ہو گی، یعنی گالی وغیرہ۔ ﴿وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ”اور وہ خواہش کریں گے کہ کاش تم کفر کرتے۔“ اور یہی وہ غرض و غایت ہے جو وہ تم سے چاہتے ہیں۔

اگر تم یہ دلیل دیتے ہو اور کہتے ہو کہ ہم قرابت داری اور اموال کی خاطر کفار سے موالات رکھتے ہیں تو ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ﴾ اللہ کے مقابلے میں تمہارے رشتے ناتے اور تمہاری اولاد کچھ کام نہیں آئے گی۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ”اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔“ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

تمہیں کفار کی موالات سے بچنے کے لئے کہا ہے جن کی موالات تمہیں نقصان دے گی۔

اے مومنوں کے گروہ! تمہارے لیے ﴿ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ اچھا نمونہ اور ایسی راہ نمائی ہے جو تمہیں فائدہ دے گی ﴿ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ﴾ ’’ابرہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے (مومن) رفقاء میں ہے۔‘‘ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم یکسو ہو کر ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔ ﴿ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں نے اپنی مشرک قوم اور ان کے معبودوں سے براءت کا اعلان کیا، جنہیں وہ (مشرک) اللہ کے سوا پوجتے تھے۔

پھر پوری صراحت سے ان کے ساتھ اپنی عداوت کی تصریح کی، چنانچہ انہوں نے کہا: ﴿ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا ﴾ ’’ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ظاہر ہو گیا۔‘‘ یعنی پوری طرح ظاہر اور واضح ہو گیا کہ ﴿ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ ﴾ ہمارے اور تمہارے درمیان دلوں کا بغض اور ابدان کی عداوت، دلوں میں سے مودّت زائل ہو گئی اور اس بغض اور عداوت کے لئے کوئی وقت اور حد مقرر نہیں بلکہ یہ عداوت ﴿ اَبَدًا ﴾ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ تم اپنے کفر پر قائم ہو ﴿ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ ﴾ یعنی جب تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ گے تو عداوت اور بغض زائل ہو جائے گا، عداوت مودّت اور دوستی میں بدل جائے گی، چنانچہ اے مومنو! ایمان، توحید اور اس کے لوازم و مقتضیات کو قائم کرنے میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب میں تمہارے لیے نمونہ ہے۔ ہر چیز میں اسی کو نمونہ بنا کر اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو ﴿ اِلَّا ﴾ سوائے ایک خصلت کے اور وہ ہے ﴿ قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ ﴾ حضرت ابراہیم کا اپنے مشرک، کافر اور معاندِ حق باپ آزر کے بارے میں قول، جب آپ نے اپنے باپ کو ایمان اور توحید کی دعوت دی اور اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ ﴾ میں تیرے لیے مغفرت طلب کروں گا اور حال یہ ہے کہ ﴿ مَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ﴾ ’’میں اللہ کے سامنے تمہارے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔‘‘ مگر میں اپنے رب سے دعا کرتا رہوں گا، ہو سکتا ہے کہ میں اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں۔

اس حالت میں تم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی اقتدا نہ کرو جس میں انہوں نے اپنے مشرک (باپ) کے لئے دعا کی تھی۔ تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم مشرکین کے لئے دعا کرو اور پھر کہو کہ ہم تو ملتِ ابراہیم کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر ان الفاظ میں بیان فرما دیا ہے: ﴿ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ ﴾ (التوبة: ۱۱۴/۹) ’’اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا، صرف ایک وعدے کے سبب سے تھا جو وہ اپنے باپ سے کر چکے تھے، پھر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے تو انھوں نے اس

سے براءت کا اظہار کر دیا۔ بلاشبہ ابراہیم بہت نرم دل اور بردبار تھے۔‘‘

تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب میں نمونہ اس وقت (کے طرز عمل میں) ہے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا، اس پر بھروسا کیا، اس کی طرف رجوع کیا اور اپنے عجز و تقصیر کا اعتراف کیا اور کہا: ﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا﴾ ایسے امور کے حصول میں جو ہمیں فائدہ دیتے ہیں اور ایسے امور کو دور کرنے میں جو ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم تجھ ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔ ﴿وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا﴾ یعنی ہم تیری اطاعت، تیری رضا اور ان تمام امور کی طرف لوٹتے ہیں جو تیرا قرب عطا کرتے ہیں اور نیک اعمال کے ذریعے سے اس قرب کے حصول میں کوشاں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم نے تیری طرف لوٹنا ہے، ہم تیری خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور وہ اعمال سرانجام دے رہے ہیں جو تیرے قریب کرتے ہیں۔

﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ یعنی اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کے سبب سے تو کفار کو ہم پر مسلط نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیں اور ہمیں ان امورِ ایمان سے روک دیں جن پر عمل کرنے پر ہم قادر ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی فتنے میں مبتلا کریں گے کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ انہیں غلبہ حاصل ہے تو سمجھیں گے وہ حق پر ہیں اور ہم باطل پر ہیں اس طرح وہ کفر اور سرکشی میں اور زیادہ بڑھ جائیں گے۔ ﴿وَ اغْفِرْ لَنَا﴾ ہم نے جن گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اور ماموراتکی تعمیل میں ہم سے جو تقصیر سرزد ہوئی ہے، وہ ہمیں معاف کر دے۔ ﴿رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ﴾ ’’اے ہمارے رب! بے شک تو (ہر چیز پر) غالب ہے۔‘‘ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ جو تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے، لہٰذا اپنی عزت و غلبے اور اپنی حکمت کے وسیلے سے ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما، ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے عیوب کی اصلاح کر۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی پیروی کی ترغیب دی اور فرمایا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ’’تحقیق تمہارے لیے انہی لوگوں میں ایک اچھا نمونہ ہے۔‘‘ اور ہر شخص کے لئے اس نمونے کی پیروی کرنا آسان نہیں، یہ صرف اسی شخص کے لئے آسان ہے ﴿لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾ ’’جو اللہ (سے ملنے) اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو۔‘‘ کیونکہ ایمان اور اجر و ثواب کی امید، بندے کے لئے ہر مشکل کام کو آسان اور ہر کثیر کو اس کے سامنے قلیل کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور انبیاء و مرسلین کی اقتدا کی موجب بنتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کا بے انتہا محتاج اور ضرورت مند سمجھتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور انبیاء و مرسلین کی اقتدا سے منہ موڑتا ہے، وہ خود اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں دیتا اور وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ﴾ ’’بے شک اللہ ہی بے پروا ہے۔‘‘ جو ہر لحاظ سے غنائے مطلق کا مالک ہے اور کسی بھی پہلو سے وہ مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں۔ ﴿الْحَمِيْدُ﴾

وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں قابل ستائش ہے اور ان تمام امور میں اس کی ستائش کی جاتی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ عداوت جس کے بارے میں اس نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کے ساتھ رکھیں، اور اہل ایمان کو اس وصف سے موصوف کیا کہ جب تک مشرکین اپنے شرک اور کفر پر قائم ہیں، وہ ان کی دشمنی پر قائم ہیں اور اگر مشرکین دائرۂ ایمان میں منتقل ہو جائیں گے تو حکم بھی اپنی علت کے مطابق ہوگا اور مودت ایمانی لوٹ آئے گی۔

پس اے مومنو! تم ان کے ایمان کی طرف لوٹنے سے مایوس نہ ہو جاؤ ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً﴾ ”عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تم عداوت کرتے ہو، دوستی پیدا کر دے۔“ اور اس کا سبب ان کا ایمان کی طرف لوٹنا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ دلوں کو ہدایت سے بہرہ ور کرنا اور ان کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلنا اس کی قدرت کے تحت ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں کہ وہ اسے بخش نہ سکے اور کوئی عیب بڑا نہیں کہ وہ اسے ڈھانپ نہ سکے۔ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۵۳) ”(اے نبی!) ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بعض کفار کے اسلام لانے کی طرف اشارہ اور اس کی بشارت ہے جو اس وقت کافر اور اہل ایمان کے دشمن تھے۔ اور یہ بشارت پوری ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

جب یہ آیات کریمہ، جو کفار کے ساتھ عداوت پر ابھارتی تھیں، نازل ہوئیں تو اہل ایمان نے ان پر عمل کیا، انہوں نے ان آیات (کے تقاضوں) کو پوری طرح قائم کیا اور بعض مشرک قریبی رشتہ داروں سے تعلق کو گناہ تصور کیا اور سمجھا کہ یہ بھی اس ممانعت میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ صلہ رحمی اس موالات ومودت کے دائرے میں نہیں آتی جو حرام ٹھہرائی گئی ہے۔ ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے مشرک عزیز واقارب وغیرہ سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور ان کو معروف طریقے سے انصاف کے ساتھ بدلہ دینے سے نہیں روکتا مگر اس صورت میں کہ انہوں نے دین کے معاملے میں تمہارے ساتھ جنگ کی ہو نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہو۔ اس لئے تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہو کیونکہ ان حالات میں صلہ رحمی ممنوع ہے نہ ایسا کرنے میں کوئی تاوان ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے بارے میں، جبکہ

ان کا بیٹا مسلمان ہو، فرمایا: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (لقمٰن: ۳۱/ ۱۵) ”اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر، البتہ دنیا میں معروف طریقے سے ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا رہ۔“

﴿اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ ”اللہ تو تمہیں صرف ان لوگوں کی دوستی سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے ماننے والوں سے عداوت رکھتے ہوئے تمہارے دین کی وجہ سے ﴿وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا﴾ ”اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور انہوں نے دوسروں کی مدد کی۔“ ﴿عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ﴾ ”تمہیں تمہارے گھروں سے نکالنے میں۔“ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روک دیا ہے ﴿اَنْ تَوَلَّوْهُمْ﴾ اس بات سے کہ قول و فعل میں تم نصرت اور مودت کے ساتھ ان سے دوستی رکھو، رہا تمہارا (اپنے مشرک رشتے داروں کے ساتھ) نیک برتاؤ اور احسان، جو مشرکین کے ساتھ موالات کے زمرے میں نہ آتا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نہیں روکا بلکہ یہ حکم اقارب وغیرہ انسانوں اور دیگر مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کے عمومی حکم کے تحت آتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ”اور تم میں سے جو لوگ ان سے دوستی کریں گے تو وہ ظالم ہیں۔“ اور یہ ظلم موالات کے مطابق ہوگا۔ اگر کسی نے پوری پوری موالات اور دوستی رکھی ہے تو یہ کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ اس سے نیچے (دوستی کے) بہت سے مراتب ہیں جن میں بعض بہت سخت اور بعض نرم ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب آئیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے تو تم امتحان لو ان کا اللہ خوب جانتا ہے
بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ
ان کے ایمان کو پس اگر جانو تم ان کو مومن تو نہ لوٹاؤ تم انہیں کفار کی طرف، نہیں وہ (عورتیں) حلال
لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ
ان کیلئے اور نہ وہ (کافر) حلال ہیں ان کیلئے اور تم دو ان (کفار) کو جو کچھ (مہر) انہوں نے خرچ کیا اور نہیں کوئی گناہ تم پر یہ کہ
تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ
تم نکاح کر لو ان سے جب تم دے دو انہیں حق مہر ان کے اور نہ روکے (قبضے میں) رکھو تم عصمتیں کافر عورتوں کی اور مانگ لو تم جو کچھ (مہر)
اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
خرچ کیا تم نے اور چاہیے کہ مانگیں وہ بھی جو کچھ (مہر) انہوں نے خرچ کیا یہ فیصلہ ہے اللہ کا وہ فیصلہ کرتا ہے تمہارے درمیان اور اللہ خوب جاننے والا

حَكِيْمٌ ⑩ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

خوب حکمت والا ہے ○ اور اگر چلی جائیں تم سے کچھ بیویاں تمہاری کفار کی طرف تو بدلہ دو تم ان (خاوندوں) کو پس دو تم ان لوگوں کو

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪

کہ چلی گئی ہیں انکی بیویاں، مثل اس (مہر) کے جو انہوں نے خرچ کیا اور ڈرو تم اللہ سے وہ کہ تم اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہو ○

صلح حدیبیہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کے ساتھ اس شرط پر معاہدہ کیا کہ کفار میں سے جو کوئی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تو وہ مشرکین کو واپس کر دیا جائے گا۔ یہ عام اور مطلق لفظ تھا جس کے عموم میں مرد اور عورت سب شامل ہیں۔ مردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ایفائے شرط اور معاہدۂ صلح کو پورا کرنے کے لئے کفار کی طرف واپس لوٹانے سے اپنے رسول کو منع نہیں کیا، جو سب سے بڑی مصلحت تھی۔

رہی عورتیں، تو چونکہ ان کے واپس لوٹانے میں بہت سے مفاسد تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ جب مومن عورتیں ہجرت کر کے ان کے پاس آئیں اور ان کو ان عورتوں کے ایمان کی صداقت میں شک ہو، تو سخت قسم وغیرہ کے ذریعے سے ان کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیا کریں، تاکہ ان کی صداقت ظاہر ہو جائے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہو سکتا ہے کہ ان کے ایمان میں صداقت نہ ہو، بلکہ شوہر یا شہر وغیرہ دنیاوی مقاصد کے لئے ہجرت کی ہو، اگر ان میں یہ وصف پایا جائے، تو ایفائے شرط کے لئے کسی خرابی کے حصول کے بغیر ان کا واپس کیا جانا طے شدہ ہے۔ اگر اہل ایمان نے ان کو جانچ لیا اور ان کو سچا پایا ہو یا جانچ پڑتال کے بغیر ہی اہل ایمان کو ان کے مومن ہونے کا علم ہو، تو وہ ان عورتوں کو کفار کی طرف واپس نہ بھیجیں۔ ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ ”یہ (عورتیں) ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں نہ وہ (کافر) ان کے لیے۔“ یہ بہت بڑی خرابی ہے، جس کی شارع نے رعایت رکھی ہے۔ شارع نے ایفائے شرط کی بھی رعایت رکھی کہ ان عورتوں کے عوض میں ان کے کفار شوہروں کو وہ مہر اور اس کے توابع وغیرہ واپس لوٹا دیے جائیں جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کئے ہیں۔ تب مسلمانوں کے لئے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ دار الشرک میں ان کے (مشرک) شوہر موجود ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان عورتوں کو مہر اور نان ونفقہ ادا کریں۔

جس طرح مسلمان عورت کافر کے لئے حلال نہیں اسی طرح اہل کتاب کے سوا کافر عورت، جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہے، مسلمان مرد کے لئے حلال نہیں۔ اسی لئے فرمایا: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ ”اور تم کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو۔“ جب اللہ تعالیٰ نے کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں رکھنے سے منع کیا ہے، تب ان کے ساتھ نکاح کی ابتدا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے ﴿وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ﴾ اے مومنو! جب تمہاری مرتد بیویاں کفار کی طرف واپس لوٹیں تو ان سے اس مال کا مطالبہ کرو جو تم نے ان پر خرچ کیا ہے۔ جب کفار اپنی ان

عورتوں کو عطا کیا ہوا مہر وصول کر سکتے ہیں جو مسلمان ہو گئی ہوں، تو اس کے مقابلے میں مسلمان بھی اس مہر کو وصول کرنے کے مستحق ہیں جو ان کی (مرتد) بیویوں کے ساتھ کفار کے پاس گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی زوجیت سے نکلنا قیمت رکھتا ہے، اگر کوئی فاسد کرنے والا عورت کے نکاح کو، رضاعت یا کسی اور سبب کی بنا پر فاسد کر دے، تو اس کے مہر کی ضمان ہے، یعنی مہر کی ادائیگی ضروری ہے ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ یعنی یہ فیصلہ، جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے جو اس نے تمہارے سامنے بیان کر کے واضح کیا ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' لہٰذا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون سے احکام تمہارے لئے درست ہیں، لہٰذا وہ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق اپنے احکام مشروع کرتا ہے۔

﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ﴾ ''اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے۔'' اس سبب سے کہ وہ مرتد ہو کر واپس چلی گئی ہو۔ ﴿فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا﴾ ''تو تم (مال غنیمت میں سے) ان کو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے خرچ کیا۔'' جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ جب کفار مسلمانوں سے اس مہر کا بدل وصول کرتے تھے جو ان کی بیویوں کے پاس مسلمانوں کی طرف چلا جاتا تھا، تو مسلمانوں میں سے کسی کی بیوی کفار کے پاس چلی جائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ غنیمت میں سے اسے اس مال کا بدل عطا کریں جو مہر کی صورت میں اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور تم اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان تم سے تقاضا کرتا ہے کہ تم دائمی طور پر تقوے کا التزام کرو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ

اے نبی! جب آئیں آپکے پاس مومن عورتیں، وہ بیعت کریں آپ سے اوپر اس بات کے کہ نہیں شریک ٹھہرائیں گی وہ اللہ کیساتھ کسی چیز کو اور

لَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

نہیں چوری کرینگی وہ اور نہیں زنا کرینگی وہ اور نہیں قتل کرینگی وہ اپنی اولاد کو اور نہیں لائینگی وہ کوئی ایسا بہتان کہ گھڑا ہو انہوں نے اسکو درمیان

اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے اور نہیں نافرمانی کریں گی وہ آپ کی کسی نیک کام میں، تو آپ بیعت لے لیں ان سے،

وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

اور مغفرت طلب کریں آپ ان کے لیے اللہ سے، بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

اس آیت کریمہ میں مذکورہ شرائط ''عورتوں کی بیعت'' کے نام سے موسوم ہیں جو ان مشترکہ واجبات کی ادائیگی پر بیعت کرتی تھیں، جو تمام اوقات میں مردوں اور عورتوں پر واجب ہیں۔ رہے مرد، تو ان کے احوال و مراتب کے مطابق جو واجبات ان پر لازم آتے اور متعین ہوتے ہیں، ان میں تفاوت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیٔ اکرم ﷺ کو جو حکم دیتا تھا آپ اس کو بجالاتے تھے، جب عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کرتیں اور ان مذکورہ شرائط کا التزام کرتیں تو آپ ان سے بیعت لے لیا کرتے تھے۔ آپ ان کی دل جوئی کرتے اور ان امور میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بخشش طلب کرتے جن میں ان سے کوتاہی واقع ہوتی اور انہیں جملہ مومنین میں ان شرائط کے ساتھ شامل کرتے کہ ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی'' بلکہ وہ اکیلے اللہ تعالیٰ کو عبادت کا مستحق سمجھیں گی ﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ ''اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔'' جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں جاہل عورتوں سے اپنی بیٹیوں کو ''زندہ درگور'' کرنا صادر ہوتا تھا۔ ﴿وَلَا يَزْنِيْنَ﴾ ''اور وہ زنا نہیں کریں گی۔'' جیسا کہ غیر مردوں سے یاری دوستی رکھنے والی عورتوں میں یہ فعل کثرت سے موجود تھا ﴿وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ﴾ ''اور کوئی ایسا بہتان نہ لگائیں گی جو خود اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے گھڑ لیں۔'' بہتان سے مراد غیر پر افترا پردازی ہے، یعنی وہ کسی بھی حالت میں افترا پردازی نہیں کریں گی، خواہ اس کا تعلق خود اپنے اور اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا شوہر کے علاوہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ ﴿وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ یعنی کسی بھی نیک کام میں، جس کا آپ حکم دیں، وہ آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی کیونکہ آپ کا حکم معروف کے مطابق (نیک) ہی ہوگا۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ نوحہ کرنے، گریبان چاک کرنے، چہرہ نوچنے اور جاہلیت کی آواز نکالنے کی ممانعت میں آپ کی اطاعت کریں گی۔ ﴿فَبَايِعْهُنَّ﴾ جب وہ مذکورہ احکام کی تعمیل کا التزام کریں تو ان سے بیعت لیجیے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ﴾ اور ان کی دل جمعی کے لئے، ان کی تقصیر کی اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیجیے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ یعنی وہ نافرمانوں کو بہت کثرت سے بخشنے والا اور گناہ گار تائبین پر احسان کرنے والا ہے۔ ﴿رَّحِيْمٌ﴾ اس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں اور اس کا احسان تمام مخلوقات کو شامل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ دوستی کرو تم اس قوم سے کہ غصے ہوا اللہ ان پر، تحقیق وہ مایوس ہو گئے ہیں آخرت سے

كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۧ ⑬

جیسے مایوس ہو گئے کفار اہل قبور سے ○

(النصف ٢ع٣)

یعنی اے مومنو! اگر تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اس کی رضا کی اتباع کرتے ہو اور اس کی ناراضی سے دور

رہتے ہو تو ﴿ لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ ”ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ ناراض ہوا ہے۔“ اور اللہ تعالیٰ محض ان کے کفر کی وجہ سے ان پر ناراض ہے اور یہ کفر کی تمام اصناف کو شامل ہے۔ ﴿ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ ﴾ ”وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں“ یعنی انہیں آخرت کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا، اس لئے آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اس لئے تم ان کو دوست بنانے سے بچو ورنہ تم بھی ان کے شر اور شرک کی موافقت کرنے لگو گے اور اس طرح تم بھی آخرت کی بھلائی سے محروم ہو جاؤ گے جیسے وہ محروم ہو گئے۔

﴿ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴾ ”جس طرح کافروں کو مردوں (کے جی اٹھنے) کی امید نہیں۔“ یعنی جب وہ آخرت کے گھر کو جائیں گے، وہاں حقیقتِ امر کا مشاہدہ کریں گے اور انہیں علم الیقین حاصل ہو گا کہ آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ وہ آخرت سے مایوس ہو گئے ہیں، یعنی انہوں نے آخرت کا انکار اور اس کے ساتھ کفر کیا ہے۔ تب ان سے یہ بات بعید نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے کاموں اور اس کے عذاب کے موجبات کا اقدام کریں اور ان کا آخرت سے مایوس ہونا ایسے ہی ہے جیسے قیامت کا انکار کرنے والے کفار، دنیا میں اصحاب قبور کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے سے مایوس ہیں۔

تفسیر سورۃ الصف

سُوْرَةُ الصَّفِّ
(۶۱) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۴
رُكُوْعَاتُهَا ۲

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰاَيُّهَا

تسبیح کرتی ہے اللہ کے لیے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو چیز ہے زمین میں، اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو تم وہ جو نہیں کرتے تم؟ ○ بڑی ہے باعتبار ناراضی کے نزدیک اللہ کے

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③

یہ (بات) کہ کہو تم وہ جو نہیں کرتے تم ○

یہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے غلبے کا بیان ہے، نیز اس حقیقت کا بیان ہے کہ تمام اشیاء اس کے سامنے سرافگندہ ہیں اور آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں، اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے اپنی حوائج طلب کرتے ہیں۔ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ”اور وہ غالب ہے۔“ یعنی اپنے غلبے اور تسلط کے ذریعے سے تمام اشیاء پر قاہر ہے۔ ﴿ الْحَكِيْمُ ﴾ وہ اپنے خلق و امر میں حکمت والا ہے۔ ﴿ يٰاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ اے ایمان والو! تم نیکی کی باتیں کیوں کرتے ہو اور کیوں لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہو، بسا اوقات اس پر تمہاری تعریف بھی کی جاتی ہے اور حال تمہارا یہ ہے کہ تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ تم لوگوں کو بدی سے روکتے ہو اور بسا اوقات تم خود اپنے آپ کو اس سے پاک قرار دیتے ہو، حالانکہ تم اس بدی میں ملوث اور اس سے متصف ہو؟ کیا یہ مذموم حالت مومنوں کے لائق ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی ناراضی کی بات ہے کہ بندہ ایسی بات کہے جس پر خود عمل نہ کرتا ہو؟ اس لئے نیکی کا حکم دینے والے کے لئے مناسب یہی ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے اس نیکی کی طرف سبقت کرنے والا ہو اور بدی سے روکنے والا لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس بدی سے دور ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۲/ ٤٤) ’’کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم میں اتنی بھی سمجھ نہیں؟‘‘ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۸۸) ’’اور میں نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تمہیں منع کرتا ہوں، اسے خود کرنے لگوں۔‘‘

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب اور اس بات کی تعلیم ہے کہ انہیں جہاد میں کیا کرنا چاہئے؟ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ جہاد میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کھڑے ہو کر صف بندی کریں اور صفوں میں کوئی خلل واقع نہ ہو، صفیں ایک نظم اور ترتیب کے مطابق ہوں، جس سے مجاہدین کے مابین مساوات اور ایک دوسرے کے لئے قوت اور دشمن پر رعب طاری ہوتا ہو اور اس سے مجاہدین میں ایک دوسرے کے لئے نشاط پیدا ہوتا ہو بنا بریں جب لڑائی کا وقت آ جاتا تو رسول اللہ ﷺ خود اپنے اصحابِ کرام کی صف بندی کرتے اور ان کو ان کی اپنی اپنی جگہوں پر اس طرح ترتیب دیتے جہاں وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کریں بلکہ ہر دستہ اپنے مرکز کے ساتھ رابطے کا اہتمام رکھے اور اپنی ذمہ داری کو پورا کرے، اسی طریق کار سے کام پایۂ اتمام کو پہنچتا اور کمال حاصل ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے: اے میری قوم! کیوں ایذا دیتے ہو تم مجھے حالانکہ تم جانتے ہو کہ بلاشبہ میں رسول ہوں اللہ کا

اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤

تمہاری طرف؟ پس جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو ٹیڑھے کر دیئے اللہ نے ان کے دل اور اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق قوم کو ○

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ ﴾ ’’اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔‘‘ یعنی ان کے کرتوت پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے اور انھیں آپ کو اللہ کا رسول سمجھنے کے باوجود اذیت پہنچانے سے باز رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ﴿ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ ﴾ اپنے اقوال و افعال کے ذریعے سے تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو؟ ﴿ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ﴾ ’’اور تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔‘‘ رسول کا اکرام و تعظیم، اس کے احکامات کی تعمیل اور اس کے فیصلے کو قبول کرنا رسول کا حق ہے۔

رہا رسول کو اذیت پہنچانا جس کا مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان ہے، تو یہ سب سے بڑی بے شرمی، جسارت اور صراط مستقیم سے انحراف ہے جسے جان بوجھ کر انہوں نے ترک کر دیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا ﴾ ’’پس جب انہوں نے کج روی کی۔‘‘ یعنی اپنے ارادے سے حق سے پھر گئے ﴿ اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ ’’تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔‘‘ یعنی ان کی کج روی کی سزا کے طور پر جسے انہوں نے اپنے لئے خود چنا اور اس پر راضی ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی توفیق نہ دی اور وہ شر کے سوا کسی چیز کے قابل نہ تھے۔ ﴿ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴾ ’’اور اللہ فاسق و نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘ یعنی وہ لوگ کہ فسق جن کا وصف ہے اور وہ ہدایت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو گمراہ کرنا اس کا ظلم نہیں اور نہ بندوں کی اس پر کوئی حجت ہے، بلکہ اس گمراہی کا سبب وہ خود ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو پہچان لینے کے بعد اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے خود بند کر لئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بدلے کے طور پر سزا دیتے ہوئے اور اپنے عدل کی بنا پر ان کو گمراہی اور کجروی میں مبتلا کرتے ہوئے ان کے دلوں کو بدل ڈالتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/ ۱۱۰) ’’اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو بدل ڈالتے ہیں جیسا کہ یہ لوگ اس پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا

اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے: اے بنی اسرائیل! بلاشبہ میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف، تصدیق کرنے والا

لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ

اس کی جو مجھ سے پہلے ہے تورات، اور بشارت دینے والا ایک رسول کی، وہ آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۶ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

پھر جب وہ (رسول) آیا ان کے پاس واضح دلیلوں کے ساتھ تو انہوں نے کہا: یہ جادو ہے ظاہر ○ اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو گھڑے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑦

اللہ پر جھوٹ حالانکہ بلایا جاتا ہے وہ طرف اسلام کی؟ اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑧

وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں نور اللہ کا اپنے مونہوں سے جب کہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنا نور اگرچہ ناپسند کریں کافر ○

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور دین حق کے تاکہ وہ غالب کرے اس کو

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ⑨

اوپر تمام دینوں کے اگرچہ ناپسند کریں مشرک ○

اللہ تبارک وتعالیٰ متقدمین بنی اسرائیل کے عناد کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی اور فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ﴾ یعنی اے بنی اسرائیل! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بھلائی کی طرف بلاؤں اور برائی سے روکوں، اللہ تعالیٰ نے ظاہری دلائل و براہین کے ذریعے سے میری تائید فرمائی ہے جو میری صداقت پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس بات پر دلالت کرتی ہیں ﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ﴾ کہ میں اپنے سے پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں، یعنی میں وہی کچھ لے کر آیا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام تورات اور آسمانی شریعت میں سے لے کر آئے تھے۔ اگر میں نبوت کا ایسا مدعی ہوتا، جو اپنے دعوائے نبوت میں سچا نہ ہوتا، تو میں ایسی چیز لاتا جسے انبیاء و مرسلین لے کر نہیں آئے۔ میرا اپنے سے پہلے آنے والی کتاب تورات کی تصدیق کرنا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ تورات نے میری بعثت کی خبر اور میرے آنے کی خوشخبری دی ہے اور مجھے تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔

﴿ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ ”اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہوگا۔“ اور وہ ہیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی (صلی اللہ علیہ وسلم) پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیائے کرام کی طرح سابق گزرے ہوئے نبی کی تصدیق اور بعد میں آنے والے نبی کی بشارت دیتے ہیں، بخلاف نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کے، جو انبیاء و مرسلین سے سخت منافقت رکھتے ہیں اور اوصاف واخلاق اور امر و نہی میں ان کے خلاف ہوتے ہیں۔

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ پھر جب ان کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو کر تشریف لے آئے جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی ﴿ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ واضح دلائل کے ساتھ، جو اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کی بشارت دی گئی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں ﴿ قَالُوْا ﴾ تو انہوں نے حق سے عناد رکھتے اور

اسے جھٹلاتے ہوئے کہا: ﴿ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''یہ صریح جادو ہے۔'' یہ عجیب ترین بات ہے کہ وہ رسول جس نے اپنی رسالت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے اور وہ آفتاب نصف النہار سے زیادہ نمایاں ہوگئی ہے، تو اسے جادوگر قرار دیا جائے کہ جس کا جادو واضح ہے، تو اس سے بڑھ کر کوئی اور خذلان ہے؟ اور اس افترا پردازی سے زیادہ بلیغ کوئی اور افترا پردازی ہے؟ جس نے اس حقیقت کی نفی کر دی جو آپ کی رسالت سے معلوم ہے اور اس چیز کا اثبات کر دیا جس سے آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ دور ہیں۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾ ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔'' جو یہ بہتان طرازی یا اس کے علاوہ بہتان طرازی کرتا ہے، حالانکہ اس کے پاس کوئی عذر نہیں اور اس کی حجت منقطع ہوگئی کیونکہ ﴿ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ﴾ ''وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے۔'' اور اس پر اسلام کے دلائل و براہین واضح ہو گئے ہیں ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' جو اپنے ظلم پر قائم ہیں، جنہیں کوئی نصیحت اپنے ظلم سے باز رکھ سکتی ہے نہ کوئی دلیل و برہان اس سے ہٹا سکتی ہے، خاص طور پر یہ ظالم لوگ جو حق کے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں تاکہ اسے ٹھکرا دیں اور باطل کی مدد کریں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ ''وہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔'' یعنی ان کی ان فاسد باتوں کی، جو ان سے صادر ہوتی ہیں اور جس کے ذریعے سے وہ حق کو ٹھکرانے کی کوشش کرتے ہیں، کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ اس باطل کے بارے میں صاحب بصیرت کی بصیرت میں اضافہ کرتی ہیں جن میں وہ سرگرداں ہیں ﴿ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت، حق کی تکمیل جس کے ساتھ اس نے اپنے رسول بھیجے اور تمام دنیا میں اپنے نور کو ظاہر کرنے کا ذمہ لیا ہے، خواہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور اس ناگواری کے سبب سے وہ اپنی پوری کوشش کر لیں جس پر وہ قدرت رکھتے ہوں اور جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا وسیلہ بنا سکتے ہوں، پس وہ مغلوب ہی ہوں گے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سورج کی روشنی کو بجھانے کے لیے اپنے منہ سے پھونکیں مارے، چنانچہ انہوں نے اپنی مراد پائی نہ ان کی عقل نقص اور جرح وقدح سے سلامت ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین اسلام کے حسی اور معنوی غلبے اور فتح ونصرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى ﴾ ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ بھیجا۔'' یعنی اس نے اپنا رسول علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ مبعوث کیا۔ علم سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تکریم والے گھر کی طرف راہنمائی کرتا ہے، جو بہترین اعمال واخلاق سکھاتا ہے اور جو دنیا و آخرت کے تمام مصالح کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ﴿ وَدِيْنِ الْحَقِّ ﴾

''اور دین حق کے ساتھ۔'' یعنی وہ دین جسے اختیار کیا جاتا ہے، جس کے ذریعے سے رب کائنات کی بندگی کی جاتی ہے، جو سراسر حق اور صدق ہے، جس میں کوئی نقص ہے نہ اسے کوئی خلل لاحق ہے، جس کے اوامر قلب وروح کی غذا اور جسم کی راحت ہیں اور اس کے نواہی کو ترک کرنا شر اور فساد سے سلامتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو جس ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے وہ آپ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل اور برہان ہے اور جب تک دنیا باقی ہے یہ دلیل باقی رہے گی، خرد مند جتنا زیادہ اس میں غور وفکر کرے گا اتنی ہی اسے فرحت وبصیرت حاصل ہوگی۔ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ وہ اس دین کو حجت اور دلیل کے ذریعے سے تمام ادیان پر اور اہل دین کو، جو اس پر قائم ہیں، شمشیر وسناں کے ذریعے سے (باطل قوتوں پر) غالب کردے۔

رہا دین، تو یہ غلبہ ہر زمانے میں اس کا وصف لازم رہا ہے، چنانچہ کوئی غالب آنے کی کوشش کرنے والا اس پر غالب آسکتا ہے نہ جھگڑنے والا اس کو زیر کرسکتا ہے۔ دین ہمیشہ فتح مند ہی رہے گا، اسی کو فوقیت اور غلبہ حاصل رہے گا۔

رہے وہ لوگ جو دین اسلام سے انتساب رکھتے ہیں تو جب وہ اس دین کو قائم کریں، اس کے نور سے روشنی حاصل کریں، اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں اس کے لائحہ عمل کو راہ نما بنائیں، تو اس طرح کوئی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور ان کا تمام اہل ادیان پر غالب آنا لازمی ہے اور اگر وہ اس دین کو ضائع کردیں اور اس کے ساتھ مجرد انتساب ہی کو کافی سمجھیں، تو دین ان کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ان کا دین کو چھوڑ دینا ان پر دشمن کے تسلط کا سبب بنے گا۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں اور متاخرین کے احوال کے استقراء اور ان میں غور وفکر کے ذریعے سے اس حقیقت کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑩ تُؤْمِنُوْنَ
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں رہنمائی کروں تمہاری اوپر ایسی تجارت کے جو نجات دے تمہیں عذاب دردناک سے؟○ ایمان لاؤ تم
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے، اور جہاد کرو تم اللہ کی راہ میں، ساتھ اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے، یہ بہت بہتر ہے
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑪ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
تمہارے لیے اگر ہو تم جانتے○ وہ (اللہ) بخش دیگا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور داخل کریگا تمہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑫ وَاُخْرٰى
انکے نیچے نہریں اور محلات پاکیزہ میں (جو) ہمیشہ رہنے والے باغات میں ہیں، یہ ہے کامیابی بہت بڑی○ اور (تمہارے لیے نعمت ہے) ایک اور
تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑬ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
کہ پسند کرتے ہو تم اس کو، مدد اللہ کی طرف سے اور فتح قریب اور بشارت دے دیجیے مومنوں کو○ اے لوگو

اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ

جو ایمان لائے ہو! ہو جاؤ تم مددگار اللہ کے جیسے کہا تھا عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے، کون ہے مددگار میرا

اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ

اللہ کے لیے؟ کہا حواریوں نے ہم ہیں مددگار اللہ کے پس ایمان لایا ایک گروہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بنی اسرائیل میں سے اور کفر کیا ایک گروہ نے، سو قوت دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے

عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾ ع

٢ ع ٥ ١٠

انکے دشمنوں پر تو ہو گئے وہ غالب ○

یہ ارحم الراحمین ہستی کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے سب سے بڑی تجارت، جلیل ترین مطلوب اور بلند ترین مرغوب کی طرف راہ نمائی، دلالت اور وصیت ہے، جس کے ذریعے سے المناک عذاب سے نجات اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے حصول میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے پیش کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بصارت والا ہر شخص اس میں رغبت رکھتا ہے اور ہر عقل مند اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ وہ کون سی تجارت ہے جس کی یہ قدر ہے؟ پس فرمایا: ﴿تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ”تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔“ اور یہ چیز معلوم ہے کہ ایمان کامل ان امور کی تصدیق جازم کا نام ہے جن کی تصدیق کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، جو اعمالِ جوارح کو مستلزم ہے، جن میں سے جلیل ترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ”اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔“ وہ اس طرح کہ تم اپنے نفوس اور جانوں کو دشمنان اسلام کے مقابلے میں خرچ کرو اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی سربلندی ہو، اس مطلوب و مقصود کے حصول میں جو مال تمہیں میسر ہے اسے خرچ کرو۔ اگرچہ یہ نفوس کے لئے ناگوار اور ان پر شاق گزرتا ہے مگر یہ ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ”تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔“ کیونکہ اس میں دنیاوی بھلائی ہے، یعنی دشمنان اسلام پر فتح و نصرت ہے اور عزت ہے جو ذلت کے منافی ہے، وسیع رزق اور انشراح صدر اور اس کی کشادگی ہے۔

اس میں اخروی بھلائی بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے ثواب کے حصول اور اس کی سزا سے نجات کے حصول میں کامیابی، چنانچہ فرمایا: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ ”اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا۔“ اور یہ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو شامل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور جہاد تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں خواہ کبیرہ ہی کیوں نہ

ہوں۔ ﴿ وَ يُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ﴾ ”اور وہ تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔“ یعنی اس کے مساکن، اس کے محلات، اس کے بالا خانوں اور اس کے درختوں کے نیچے ایسے پانی کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جس میں بو نہ ہوگی، ایسے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی جس کا ذائقہ متغیر نہ ہو گا، ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کو لذت دے گی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی اور جنت کے اندر ان کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں گے۔

﴿ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ﴾ یعنی جنت میں ہر اچھی چیز جمع ہوگی، بلندی، ارتفاع، عمارتوں کی خوبصورتی اور سجاوٹ، حتی کہ اہل علیین کو دیگر اہل جنت اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرقی یا مغربی افق میں چمک دار ستارہ دیکھا جاتا ہے حتی کہ جنت کی (عمارتوں کی) تعمیر کی کچھ اینٹیں سونے کی ہوں گی کچھ چاندی کی، اس کے خیموں میں موتی اور مرجان جڑے ہوئے ہوں گے، جنت کے بعض گھر زمرد اور بہترین رنگوں کے جواہرات کے بنے ہوئے ہوں گے، حتی کہ ان کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے ان کے اندر سے بیرونی اور باہر سے اندرونی حصہ صاف نظر آئے گا۔ جنت کے اندر خوشبو اور ایسا حسن ہوگا کہ وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان کر سکتے ہیں نہ اس کا تصور دنیا میں کسی شخص کے دل میں آیا ہے۔ ان کے لئے ممکن نہیں کہ اسے پا سکیں جب تک کہ اسے دیکھ نہ لیں، وہ اس کے حسن سے متمتع ہوں گے اور اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

اس حالت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو کامل زندگی عطا نہ کی ہوتی، جو موت کو قبول نہیں کرتی، تو ہو سکتا ہے کہ وہ خوشی سے مر جاتے، البتہ پاک ہے وہ ذات کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ہستی اس کی ثنا بیان نہیں کر سکتی بلکہ وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے، وہ اس حمد وثنا سے بہت بڑھ کر ہے جو اس کی مخلوق میں سے کوئی بیان کرتا ہے۔ بہت بابرکت ہے وہ جلیل وجمیل ہستی جس نے نعمتوں کے گھر جنت کو تخلیق فرمایا، اس کو ایسا جلال وجمال عطا کیا جو مخلوق کی عقلوں کو مبہوت اور ان کے دلوں کو جکڑ لیتا ہے۔ بالا وبرتر ہے وہ ذات جو کامل حکمت کی مالک ہے۔ یہ اس کی حکمت ہی ہے کہ اگر بندے جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھ لیں، تو اس کو حاصل کرنے سے کوئی پیچھے نہ رہے اور انہیں اس دنیا کی ناخوشگوار اور مکدر زندگی کبھی اچھی نہ لگتی، جس کی نعمتوں میں درد والم اور جس کی فرحتوں میں رنج وغم کی ملاوٹ ہے۔

اس کو (جنت عدن) اس لئے کہا گیا ہے کہ اہل جنت اس میں ہمیشہ مقیم رہیں گے اور اس سے کبھی نکلیں گے نہ اس سے منتقل ہونا چاہیں گے۔ یہ ثواب جزیل اور اجر جمیل ہی درحقیقت بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں یہ ہے اخروی ثواب۔ رہا اس تجارت کا دنیوی اجر وثواب، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَ اُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا ﴾ یعنی تمہیں ایک اور چیز حاصل ہوگی جسے تم پسند کرتے ہو اور وہ ہے

﴿ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ دشمن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فتح و نصرت جس سے عزت و فرحت حاصل ہوتی ہے ﴿ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ﴾ ”اور جلد فتح یابی“ جس سے اسلام کا دائرہ وسیع ہوگا اور وسیع رزق حاصل ہوگا، یہ مومن مجاہدوں کی جزا ہے۔

رہے وہ مومنین جو جہاد نہیں کر رہے۔ جب ان کے علاوہ دوسرے لوگ فریضۂ جہاد ادا کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شریک نہ ہونے والے مومنوں کو بھی اپنے فضل و احسان سے مایوس نہیں کیا بلکہ فرمایا: ﴿ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی مومنوں کو دنیاوی اور اخروی ثواب کی بشارت دے دو، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتے تاہم ہر شخص کو اس کے ایمان کے مطابق ثواب ملے گا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ جنت میں سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے۔“①

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴾ ”اے ایمان والو! تم اپنے (اقوال و افعال کے ذریعے سے) اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ۔“ اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے، دوسروں پر اس کے نفاذ کی خواہش رکھی جائے اور جو کوئی دین سے عناد رکھے اور اس کے خلاف جان و مال کے ذریعے سے جنگ کرے اور جو شخص باطل کی اس چیز کے ذریعے سے مدد کرے جس کو وہ اپنے زعم میں علم سمجھتا ہے، حق کی دلیل کا ابطال کرے، اس پر حجت قائم کر کے اور لوگوں کو اس سے ڈرا کر اس کو ٹھکرائے، تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کرنا، اس کی ترغیب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، اللہ کے دین کی مدد کے زمرے میں آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان نیک لوگوں کی پیروی کرنے پر ابھارا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، فرمایا: ﴿ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”کون ہے جو میری معاونت کرے، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے کون ہے جو میرا ساتھ دے، کون ہے وہ جو اس جگہ داخل ہو جہاں میں داخل ہوں اور کون ہے وہ جو اس جگہ سے نکلے جہاں سے میں نکلوں؟“

حواری آگے بڑھے اور کہنے لگے: ﴿ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ ”ہم اللہ کے مددگار ہیں۔“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھ جو حواری تھے، سب نصرت دین کی راہ پر چل پڑے ﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ چنانچہ حضرت عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کی دعوت کے سبب سے بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا ﴿ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ﴾ اور ان میں سے ایک گروہ نے انکار کر دیا اور ان کی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا، پس

---

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: ٢٧٩٠۔

اہل ایمان نے کفار کے ساتھ جہاد کیا۔ ﴿فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ﴾ یعنی ہم نے اہل ایمان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت بخشی، ان کو دشمنوں پر فتح و نصرت سے بہرہ مند کیا ﴿فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾ تو وہ ان پر غالب آ گئے۔ لہٰذا اے امت محمد! تم بھی اللہ تعالیٰ کے مددگار، اس کے دین کی دعوت دینے والے بن جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا جس طرح اس نے پہلے لوگوں کی مدد کی تھی اور تمہیں تمہارے دشمن پر غالب کرے گا۔

تفسیر سورۃ الجمعۃ

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ (۶۲) مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعَاتُهَا ۲

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

تسبیح کرتی ہے (اس) اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں (جو) بادشاہ ہے نہایت پاکیزہ، زبردست، خوب حکمت والا ○

یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں، اس کو معبود مانتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ کامل ہے جس کی عالم علوی اور عالم سفلی پر بادشاہی ہے اور تمام مخلوق اس کی مملوک اور اس کی تدبیر کے تحت ہے۔

﴿الْقُدُّوْسِ﴾ عظمت والا، ہر نقص اور ہر آفت سے پاک ہے ﴿الْعَزِيْزِ﴾ تمام اشیاء پر غالب ہے۔ ﴿الْحَكِيْمِ﴾ وہ اپنی تخلیق و امر میں حکمت والا ہے۔ یہ عظیم اوصاف اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ

وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے وہ تلاوت کرتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور تزکیہ کرتا ہے انکا

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② لا

اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب و حکمت کی اور بلاشبہ تھے وہ پہلے (اس سے) البتہ گمراہی ظاہر میں ○

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ

اور (آپ کو بھیجا) دوسرے لوگوں میں بھی انہی میں سے کہ ابھی تک نہیں ملے وہ ساتھ انکے اور وہ خوب غالب خوب حکمت والا ہے ○ وہ

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④

فضل ہے اللہ کا وہ دیتا ہے یہ (فضل) جسے چاہتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے ○

(اُمِّیِّیْن) سے مراد عرب وغیرہ کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے نہ رسالت کے آثار

اور وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دوسروں کی نسبت بہت بڑا احسان فرمایا کیونکہ وہ علم اور بھلائی سے بے بہرہ تھے، اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے، شجر و حجر اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، شکاری درندوں کے سے اخلاق رکھتے تھے، طاقت ور کمزور کو کھا جاتا تھا اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علوم سے بالکل جاہل تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جس کے نسب، اوصاف جمیلہ اور صداقت کو وہ خوب جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول پر کتاب نازل کی ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ وہ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات قاطعہ کی تلاوت کرتا تھا جو ایمان و یقین کی موجب ہیں ﴿ وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم اور ان کی ترغیب کے ذریعے سے ان کو پاک کرتا تھا اور اخلاق رذیلہ سے ان کو روکتا تھا۔ ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ اور ان کو کتاب و سنت کا علم سکھاتا تھا جو اولین و آخرین کے علم پر مشتمل تھا، چنانچہ تعلیم و تزکیہ کے بعد وہ مخلوق میں سب سے زیادہ عالم بلکہ اہل علم و دین کے امام ہو گئے وہ سب سے زیادہ کامل اخلاق کے مالک اور لائحہ عمل کے اعتبار سے سب سے اچھے بن گئے۔ انہوں نے خود بھی راہ راست اختیار کی اور دوسروں کو بھی اس پر گامزن کیا، لہٰذا اس طرح وہ ہدایت یافتہ لوگوں کے امام اور اہل تقویٰ کے قائد بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول ﷺ کو ان میں مبعوث فرما کر ان کو کامل ترین نعمت اور جلیل ترین عطیے سے نوازا۔

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ اہل کتاب میں سے دیگر لوگوں پر بھی احسان فرمایا جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، یعنی ان لوگوں میں جن تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہنچی تھی۔ اس میں اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ وہ فضیلت میں ابھی ان تک نہیں پہنچ سکے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ ان کا زمانہ نہیں پا سکے، بہرحال دونوں احتمالات کے مطابق دونوں معنی صحیح ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث کیا، جنہوں نے اسے دیکھا اور اس کی دعوت کا ساتھ دیا، ان کو ایسے خصائص اور فضائل حاصل ہیں، کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان خصائص اور فضائل میں ان تک پہنچ سکے۔

یہ اس کا غلبہ اور حکمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو مہمل اور بے کار نہیں چھوڑا، بلکہ ان میں رسول مبعوث فرمائے، ان کو امر و نہی کا مکلف بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے اس فضل سے بہرہ مند کرتا ہے، ان پر یہ نعمت بدنی عافیت اور رزق کی کشادگی جیسی دنیاوی نعمتوں سے افضل ہے۔ پس دین کی نعمت سے بڑی کوئی نعمت نہیں، دین کی نعمت فوز و فلاح اور ابدی سعادت کی روح ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ

مثال ان لوگوں کی کہ اٹھوائے گئے وہ تورات، پھر نہ اٹھایا انہوں نے اسکو مانند مثال اس گدھے کے ہے جو اٹھاتا ہے کتابیں، بری

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵ قُلْ

مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیات کو، اور اللہ نہیں ہدایت دیتا ظالم قوم کو ○ کہہ دیجئے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

اے لوگو جو یہودی ہوئے! اگر دعویٰ کرو تم اس بات کا کہ بلاشبہ تم دوست ہو اللہ کے سوائے (دوسرے) لوگوں کے تو تم تمنا کرو

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ

موت کی اگر ہو تم سچے ○ اور نہیں تمنا کریں گے وہ اس کی کبھی بھی بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ

اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ○ کہہ دیجئے: بلاشبہ موت، وہ کہ بھاگتے ہو تم اس سے، تو یقیناً وہ ملنے والی ہے تمہیں،

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ ع

پھر لوٹائے جاؤ گے تم طرف اس کی (جو) جانتا ہے غیب اور حاضر کو پس وہ خبر دیگا تمہیں ساتھ اس چیز کے کہ جو تھے تم عمل کرتے ○

جب اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے احسانات کا ذکر فرمایا جن کے اندر اپنا نبی امی (ﷺ) مبعوث فرمایا۔ تو ان کے ایسے خصوصی مناقب کا ذکر کیا جن میں کوئی شخص ان تک نہیں پہنچ سکا، اس سے مراد نبی اُمی کی امت کے لوگ ہیں، جو اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے، حتیٰ کہ اہل کتاب پر بھی فوقیت لے گئے جو اپنے آپ کو علمائے ربانی اور احبار متقدمین سمجھتے تھے...... تو یہ بھی ذکر فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے وہ لوگ جن پر تورات کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اور ان کو حکم تھا کہ وہ تورات کی تعلیم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں، انہوں نے اس ذمہ داری کو اٹھایا نہ پورا کیا تو ان کے لئے کوئی فضیلت نہیں اور ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس کی پیٹھ پر علمی کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ کیا یہ گدھا ان کتابوں سے مستفید ہو سکتا ہے جو اس کی پیٹھ پر لاد دی گئی ہیں؟ کیا اس سبب سے اسے کوئی فضیلت ہو سکتی ہے؟ یا اس کا نصیب تو بس ان کتابوں کو اٹھانا ہے؟ یہی مثال اہل کتاب کے ان علماء کی ہے جو تورات کے احکامات پر عمل نہیں کرتے، جن میں سے جلیل ترین اور عظیم ترین حکم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع کا حکم، آپ کی بعثت کی بشارت اور آپ جو قرآن لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لانے کا حکم ہے، پس جس کا یہ وصف ہو وہ ناکامی اور خسارے اور اس کے خلاف حجت کے قائم ہونے کے سوا کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے؟ یہ مثال ان کے احوال کے عین مطابق ہے۔

﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ”جو لوگ اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان کی مثال بری ہے۔“ یعنی وہ آیات جو ہمارے رسول ﷺ کی صداقت اور جو کچھ آپ لائے ہیں اس کی صحت پر دلالت کرتی ہیں ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور اللہ ظالموں کو ہدایت عطا نہیں کرتا۔“ یعنی جب تک ظلم ان کا وصف اور عناد ان کی صفت ہے، تب تک اللہ تعالیٰ ان کی ان کے مصالح کی طرف راہ نمائی نہیں کرے گا۔ یہود کا ظلم اور عناد یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں مگر وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر ہیں اور تمام لوگوں میں

سے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اپنے زعم میں سچے ہو کہ تم حق پر ہو اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہو ﴿فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ﴾ ”تو تم موت کی آرزو کرو“ اور یہ بڑا خفیف سا معاملہ ہے کیونکہ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ حق پر ہیں تو مقابلے کی اس دعوت (موت کی تمنا) پر توقف نہ کرتے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کی دلیل اور موت کی تمنا نہ کرنے کو ان کے کذب کی دلیل قرار دیا ہے۔

اس اعلان کے باوجود جب (انہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور) ان سے موت کی تمنا واقع نہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے موقف کے بطلان اور اس کے فساد کو جانتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ ”اور وہ اس موت کی کبھی آرزو نہ کریں گے بہ سبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا“ یعنی گناہ اور معاصی جن کی وجہ سے وہ موت سے خائف ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔“ لہٰذا ممکن نہیں کہ اس پر ان کے ظلم میں سے کچھ چھپ سکے۔ وہ اگرچہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے موت کی تمنا نہیں کرتے بلکہ موت سے بہت زیادہ بھاگتے ہیں مگر ان کا موت سے بھاگنا ان کو موت سے بچا نہیں سکے گا بلکہ موت ان سے ضرور ملاقات کرے گی جسے اللہ نے اپنے بندوں پر لکھ دیا ہے۔

پھر زندگی کی مدت پوری کرنے اور مرنے کے بعد قیامت کے روز تمام مخلوق کو غیب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ ان کو ان کے اچھے برے اور قلیل و کثیر اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب اذان دی جائے نماز کے لیے دن جمعہ کے تو دوڑو تم طرف ذکر

اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۹ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ

اللہ کے اور چھوڑ دو خرید و فروخت کرنا‘ یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر ہو تم جانتے ○ پھر جب ادا کر لی جائے نماز

فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

تو پھیل جاؤ تم زمین میں اور تلاش کرو فضل اللہ کا‘ اور یاد کرو اللہ کو خوب‘ شاید کہ تم

تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ قُلْ

فلاح پاؤ○ اور جب دیکھا انہوں نے (سامان) تجارت یا کوئی تماشہ تو وہ دوڑ پڑے اسکی طرف اور چھوڑ دیا انہوں نے آپکو کھڑا ہوا، کہہ دیجئے:

مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱ ع ٢ ١٢

جو اللہ کے پاس ہے (وہ) بہت بہتر ہے تماشے سے اور (سامان) تجارت سے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جمعہ کی نماز میں شریک ہونے اور اس کے لئے جب اذان دی جائے تو

اس کی طرف جلدی کرنے اور کوشاں ہونے کا حکم دیا ہے۔ یہاں ”سعی“ سے مراد جلدی کرنا، اہتمام کرنا اور جمعہ کی نماز کو سب سے اہم کام قرار دینا ہے، اس سے مراد دوڑنا نہیں جس کو نماز کے لئے جاتے وقت ممنوع کیا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَ ذَرُوا الْبَيْعَ﴾ یعنی جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دے دی جائے تو خرید وفروخت چھوڑ دو اور نماز کے لئے چل پڑو۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ کیونکہ جمعہ کی نماز تمہارے خرید وفروخت میں مشغول ہونے سے اور تمہارے فرض نماز کو ضائع کرنے سے بہتر ہے، جو تمام فرائض سے زیادہ مؤکد ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ اگر تم اس حقیقت کو جانتے ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور جو کوئی دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہے وہ حقیقی خسارے میں پڑتا ہے جب کہ وہ سمجھتا یہ ہے کہ وہ نفع حاصل کر رہا ہے۔ خرید وفروخت کو چھوڑ دینے کا یہ حکم صرف جمعہ کی نماز کی مدت تک کے لئے ہے۔

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ”پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ۔“ کام کاج اور تجارت کے لئے، چونکہ تجارت میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے کا مقام ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی کثرت کا حکم دیا ہے تا کہ اس کے ذریعے سے تلافی ہو جائے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ یعنی اپنے کھڑے ہونے، بیٹھنے اور اپنے لیٹنے کے احوال میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ”تا کہ تم فلاح پاؤ۔“ کیونکہ ذکر الٰہی کی کثرت فلاح کا سب سے بڑا سبب ہے۔

﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا﴾ جب وہ کوئی سودا بکتا یا لہو ولعب دیکھتے ہیں تو اس لہو ولعب یا تجارت کی حرص میں مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں اور بھلائی کو چھوڑ دیتے ہیں ﴿وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ اور آپ لوگوں کو کھڑے خطاب کرتے رہ جاتے ہیں۔ یہ واقعہ جمعہ کے روز پیش آیا، نبی اکرم ﷺ لوگوں کو (جمعہ کا) خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ منورہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا۔ جب لوگوں نے مسجد میں قافلے کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ مسجد سے نکل گئے اور ایک ایسے معاملے میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے چھوڑ دیا، جس کے لئے عجلت میں ادب کو ترک کرنا مناسب نہ تھا۔ ﴿قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”کہہ دیجیے: جو اللہ کے پاس ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اس شخص کے لئے، جو بھلائی کا التزام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر اپنے نفس کو صبر کا خوگر بناتا ہے، جو اجر وثواب ہے ﴿خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ﴾ وہ لہو ولعب اور اس تجارت سے بہتر ہے جس سے اگرچہ بعض مقاصد حاصل ہوتے ہیں تاہم وہ بہت قلیل، ختم ہونے والے رزق اور آخرت کی بھلائی کو فوت کر دینے والے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر رزق کو فوت نہیں کرتا کیونکہ اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، چنانچہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

ان آیات کریمہ سے متعدد فوائد مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) اہل ایمان پر جمعہ کی نماز فرض ہے، اس میں شرکت کے لیے جلدی کرنا، اس کے لیے کوشش کرنا اور اس کا اہتمام کرنا واجب ہے۔

(۲) ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن دو خطبے فرض ہیں اور ان میں حاضر ہونا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کی تفسیر دو خطبوں سے کی ہے اور اس کی طرف کوشش کے ساتھ جانے کا حکم دیا ہے۔

(۳) اس سورۂ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت ممنوع اور حرام ہے اور یہ صرف اس وجہ سے ہے تاکہ واجب سے غافل ہو کر خرید و فروخت میں مشغول ہونے سے واجب فوت نہ ہو جائے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو اصل میں مباح ہو مگر جب اس سے کسی واجب کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حال میں یہ کام جائز نہیں ہے۔

(۴) ان آیات کریمہ میں جمعہ کے دن دونوں خطبوں میں حاضر ہونے کا حکم ہے اور جو حاضر نہیں ہوتا اس کی مذمت مستفاد ہوتی ہے اور دونوں خطبوں میں خاموش رہنا اس کے لوازم میں شمار ہوتا ہے۔

(۵) وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ نفس کے لہو و لعب، تجارت اور شہوات میں حاضر ہونے کے دواعی نفس کو وہ بھلائیاں یاد کرائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس کی خواہشات پر ترجیح دیتی ہیں۔

تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْمُنٰفِقُوْنَ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ
(٦٣) مَدَنِيَّةٌ (١٠٤)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ١١
رُكُوْعَاتُهَا ٢

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ

وقف لازم

جب آتے ہیں آپکے پاس منافق تو وہ کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ رسول ہیں اللہ کے اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ رسول ہیں اسکے

وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا

اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یقیناً منافق البتہ جھوٹے ہیں ○ انہوں نے بنایا ہے اپنی قسموں کو ڈھال، پس روکا انہوں نے (لوگوں کو)

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

اللہ کی راہ سے، بلاشبہ وہ برا ہے جو ہیں وہ عمل کرتے ○ یہ اس لیے کہ بلاشبہ وہ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا

فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ

تو مہر لگا دی گئی اوپر انکے دلوں کے، پس وہ نہیں سمجھتے ○ اور جب دیکھتے ہیں آپ ان کو تو اچھے لگتے ہیں آپ کو ان کے جسم اور اگر

يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ط كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ط يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ط

وہ (کوئی بات) کہیں تو آپ کان لگائیں انکی بات پر گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئیں وہ گمان کرتے ہیں ہر بلند آواز کو اپنے خلاف ہی

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ز اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

وہ دشمن ہیں (پورے) پس آپ بچیں ان سے ہلاک کرے انکو اللہ کہاں پھیرے جاتے ہیں وہ؟○ اور جب کہا جاتا ہے ان سے آؤ

يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤

استغفار کریں تمہارے لیے رسول اللہ تو موڑ لیتے ہیں وہ اپنے سر اور آپ دیکھیں گے انہیں کہ وہ رکتے ہیں اس حال میں کہ وہ تکبر کرتے ہیں○

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

برابر ہے ان پر کیا آپ استغفار کریں ان کے لیے یا نہ استغفار کریں ان کے لیے، ہرگز نہیں بخشے گا اللہ

لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥

ان کو، بلاشبہ اللہ نہیں ہدایت دیتا فاسق قوم کو○

جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہاں اسلام نہایت کثرت سے پھیل گیا اور اسے غلبہ حاصل ہوا تو اہل مدینہ، یعنی بنو اوس اور بنوخزرج میں سے کچھ لوگ اسلام ظاہر کرنے اور باطن میں کفر رکھنے لگے تاکہ ان کا جاہ باقی، ان کی جان محفوظ اور ان کا مال سلامت رہے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعے سے وہ پہچانے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بچیں اور لوگوں کو ان کے بارے میں بصیرت حاصل ہو، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا ﴾ جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿ نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔“ منافقین کی یہ گواہی جھوٹ اور نفاق پر مبنی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تائید کے لئے ان کی گواہی کی ضرورت ہی نہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ ”اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔“ وہ اپنے قول اور دعوے میں جھوٹے ہیں اور ان کے قول میں کوئی حقیقت نہیں۔

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ﴾ یعنی انہوں نے اپنی قسموں کو ایک ڈھال بنا رکھا ہے، جس کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو نفاق سے منسوب ہونے سے بچاتے ہیں۔ ﴿ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ پس انہوں نے خود کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رکھا ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتے ہیں جن پر ان کا حال مخفی ہے۔ ﴿ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ”کچھ شک نہیں یہ جو کام کرتے ہیں وہ برے ہیں۔“ انہوں نے ایمان ظاہر کیا اور کفر کو چھپایا، اپنے ایمان پر قسمیں کھائیں اور اپنی صداقت کا تاثر دیا۔

﴿ذٰلِكَ﴾ وہ چیز جس نے ان کے سامنے نفاق کو مزین کر دیا ﴿بِاَنَّهُمْ﴾ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ ایمان پر ثابت قدم نہیں ہیں بلکہ ﴿اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ”وہ ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی“ کہ بھلائی ان کے دلوں میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکے گی۔ ﴿فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ پس وہ سمجھتے نہیں کہ کون سی چیز انہیں فائدہ دیتی ہے اور وہ یاد نہیں رکھتے کہ کیا چیز ان کے مصالح کے لئے فائدہ مند ہے؟

﴿وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ﴾ ”اور جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں۔“ یعنی ان کی خوش نمائی اور ترو تازگی کی وجہ سے ﴿وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ﴾ یعنی آپ ان کے حسن کلام کی وجہ سے ان کی باتوں کو سن کر لذت حاصل کرتے ہیں۔ پس ان کے اقوال اور اجسام بہت اچھے لگتے ہیں مگر ان کے پیچھے اخلاق فاضلہ ہیں نہ اچھا لائحہ عمل، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ ”گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جو دیوار سے لگائی گئی ہیں۔“ جن میں کوئی منفعت نہیں ہوتی اور ان سے صرف نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ ”وہ ہر زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انھی پر (بلا آئی) ہے۔“ اور یہ ان کی بزدلی، خوف، دلی کمزوری اور دلوں میں شکوک و شبہات کے سبب سے ہے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں ان باتوں کا پتہ نہ چل جائے۔ یہی لوگ ہیں ﴿هُمُ الْعَدُوُّ﴾ جو حقیقی دشمن ہیں کیونکہ ظاہر اور پہچانا ہوا دشمن اس دشمن کی نسبت کم نقصان دہ ہے جس کے بارے میں معلوم نہ ہو، وہ دھوکے باز اور چالاک ہو اور وہ یہ ظاہر کرتا ہو کہ وہ دوست ہے، حالانکہ وہ کھلا دشمن ہے۔ ﴿فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ”پس آپ ان سے بچیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟“ دین اسلام کے دلائل واضح ہو جانے اور اس کے کارنامے نمایاں ہو جانے کے بعد بھی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف کیسے مائل ہو رہے ہیں جو انہیں خسارے اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں دیتا؟

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے ﴿تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ آؤ تا کہ رسول تمہارے ان گناہوں کے بارے میں تمہارے لئے استغفار کریں، جو تم سے صادر ہوئے ہیں تا کہ تمہارے احوال درست اور تمہارے اعمال قبول ہوں مگر وہ نہایت شدت سے ایسا کرنے سے رکے رہے۔ ﴿لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ﴾ ”تو اپنے سر ہلا دیتے ہیں۔“ رسول سے دعا طلب کرنے سے بچنے کے لیے۔ ﴿وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ﴾ اور آپ انھیں دیکھتے کہ وہ حق کے ساتھ بغض کی وجہ سے حق کو قبول کرنے سے رک جاتے ہیں ﴿وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ اور وہ سرکشی، عناد اور تکبر کی بنا پر حق کی اتباع نہیں کرتے۔

جب رسول اللہ ﷺ سے مغفرت کی دعا کرانے کے لئے ان کو بلایا جاتا ہے تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے (جس کا ذکر گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔) اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر لطف و کرم ہے کہ وہ آپ سے

مغفرت کی دعا کروانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نافرمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکلے ہوئے اور ایمان پر کفر کو ترجیح دینے والے لوگ ہیں، اس لئے رسول (ﷺ) کا استغفار انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (التوبۃ: ۹/ ۸۰) ''آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر بار بھی استغفار کریں اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔''

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت سے بہرہ مند نہیں کرتا۔''

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ

وہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ نہ خرچ کرو تم ان پر جو پاس ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں اور اللہ ہی کیلئے ہیں

خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ

خزانے آسمانوں اور زمین کے اور لیکن منافق نہیں سمجھتے ○ وہ کہتے ہیں، البتہ اگر لوٹ کر گئے

اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ

ہم مدینہ کی طرف تو ضرور نکال دیں گے معزز ترین لوگ اس (مدینہ) سے ذلیل ترین لوگوں کو اور اللہ ہی کیلئے ہے عزت اور اسکے رسول کیلئے

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ع

اور مومنوں کے لیے اور لیکن منافق (اس حقیقت کو) نہیں جانتے ○

یہ ان کی نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ شدت عداوت ہے کہ جب انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتحاد، ان کی باہمی الفت اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کی طلب میں ان کی جلد بازی کو دیکھا تو اپنے زعم فاسد کے مطابق کہنے لگے: ﴿ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ﴾ ''تم ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ (خود بخود) بھاگ جائیں۔'' کیونکہ...... ان کے زعم باطل کے مطابق...... اگر منافقین کے اموال اور نفقات نہ ہوتے تو مسلمان اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے اکٹھے نہ ہوتے۔ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ یہ منافقین، جو دین کی مدد چھوڑنے اور مسلمانوں کو اذیت دینے کی لوگوں میں سب سے زیادہ خواہش رکھتے ہیں، اس قسم کا دعویٰ کریں جس کو صرف وہی شخص قبول کر سکتا ہے جس کو حقائق کا علم نہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے۔'' پس وہ جسے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے رزق سے محروم کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے اس کے لئے رزق کے ذرائع آسان بنا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے

رزق کے ذرائع بہت مشکل کر دیتا ہے ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''لیکن منافق نہیں سمجھتے۔'' اس لئے انہوں نے یہ بات کہی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رزق کے خزانے ان کے قبضۂ قدرت اور ان کی مشیت کے تحت ہیں۔

﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ وہ کہتے تھے: ''البتہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو معزز ترین لوگ وہاں سے ذلیل ترین لوگوں کو نکال دیں گے۔'' یہ واقعہ غزوۂ مُرَیسیع میں پیش آیا، جب کچھ مہاجرین اور انصار کے درمیان تلخ کلامی اور شکر رنجی پیدا ہوئی، اس وقت منافقین کا نفاق سامنے آ گیا اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا ظاہر ہوا۔ ان کے سردار عبداللہ بن اُبَی ابن سلول نے کہا: ''ہماری اور ان کی، یعنی مہاجرین کی مثال تو بس ایسے ہے جیسا کہ کسی کا قول ہے: ''اپنے کتے کو موٹا کرو تجھے ہی کھائے گا'' اور کہنے لگا: ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ ''اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔'' اس کے زعم باطل کے مطابق وہ اور اس کے بھائی دیگر منافقین باعزت لوگ ہیں، اور رسول مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی اتباع کرنے والے ذلیل ہیں، حالانکہ معاملہ اس منافق کے قول کے برعکس تھا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''حالانکہ عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے ہے۔'' پس یہی عزت والے ہیں، منافقین اور ان کے بھائی ہی ذلیل ہیں۔ ﴿وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''مگر منافقین اس حقیقت کو نہیں جانتے۔'' اس لئے وہ اپنے باطل موقف کے فریب میں مبتلا ہو کر سمجھتے ہیں کہ وہی عزت والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ غافل کر دے تمھیں تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

کرے یہ کام تو وہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے ○ اور خرچ کرو تم اس میں سے جو رزق دیا ہے ہم نے تمھیں، پہلے اس سے

اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ

کہ آئے کسی ایک کو تم میں سے موت پھر وہ کہے: اے میرے رب! کیوں نہیں ڈھیل (مہلت) دی تو نے مجھے ایک تھوڑی مدت تک

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ

کہ صدقہ کرتا میں اور ہو جاتا میں صالح لوگوں میں سے؟ ○ اور ہرگز نہیں ڈھیل (مہلت) دے گا اللہ کسی نفس کو جب آ جائیگی اجل اسکی؛

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ع ۲ ۱۴

اور اللہ خوب خبردار ہے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیتا ہے کیونکہ اس میں نفع، فوز وفلاح اور بے شمار بھلائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال اور اولاد کی محبت میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے سے روکا ہے کیونکہ مال اور اولاد کی محبت اکثر نفوس کی جبلت ہے، اسی لیے وہ مال اور اولاد کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس میں بہت بڑا خسارہ ہے، اس لئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ﴾ جسے اس کے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیتے ہیں ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ”تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ ابدی سعادت اور ہمیشہ رہنے والی نعمت کے بارے میں خسارے میں رہنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی چیز پر فانی چیز کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (التغابن: ٦٤/١٥) ”بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ”اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو۔“ اس حکم میں تمام نفقات واجبہ، مثلاً: زکوٰۃ، کفارات، اہل وعیال اور غلاموں وغیرہ کا نان ونفقہ اور تمام نفقات مستحبہ، مثلاً: تمام مصالح میں مال خرچ کرنا شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسے نفقے کا مکلف نہیں بنایا جو ان کے لئے نہایت مشکل ہو اور ان پر شاق گزرے بلکہ ان کو اس رزق میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکالنے کا حکم دیا ہے جو اسی نے ان کو عطا اور میسر کیا اور اس کے اسباب مہیا کیے۔

پس انہیں چاہیے کہ وہ اپنے نادار بھائیوں کی مالی مدد کر کے اس ہستی کا شکر ادا کریں جس نے ان کو رزق عطا کیا ہے اور موت سے پہلے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کر لیں۔ موت جب آ جائے گی تو بندے کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ وہ ذرہ بھر بھی بھلائی کر سکے۔ اس لئے فرمایا: ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ﴾ ”اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور پھر وہ کہنے لگے۔“ یعنی اس کوتاہی پر حسرت کا اظہار کرتے ہوئے جو اس وقت واقع ہوئی جب اللہ کے راستے میں خرچ کرنا ممکن تھا اور واپس لوٹائے جانے کی التجا کرتے ہوئے، حالانکہ یہ محال ہوگا (کہے گا:) ﴿رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾ ”اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی؟“ تاکہ جو میں نے کوتاہی کی ہے اس کا تدارک کر سکوں۔ ﴿فَاَصَّدَّقَ﴾ پس اپنے مال میں سے صدقہ کروں جس کے ذریعے سے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤں اور ثواب جزیل کا مستحق ٹھہروں ﴿وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ اور تمام مامورات کو ادا کر کے اور تمام منہیات سے اجتناب کر کے صالحین میں شامل ہو سکوں اور اس میں حج وغیرہ بھی شامل ہے۔

اس التجا اور تمنا کا وقت چلا گیا، جس کا تدارک ممکن نہیں، بنابریں فرمایا: ﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ﴾ ''اور اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا کسی نفس کو جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے'' جس کا آنا حتمی ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ یعنی تم جو اچھے یا برے اعمال کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان کی خبر رکھتا ہے وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کے بارے میں اپنے علم کے مطابق تمہیں تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

تفسیر سورۃ التغابن

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ (۶۴) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۸
رُكُوْعَاتُهَا ۲

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى
تسبیح کرتی ہے اللہ کیلئے جو چیز ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں، اسی کیلئے بادشاہی ہے اور اسی کیلئے (ہر قسم کی) حمد اور وہ اوپر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
ہر چیز کے خوب قادر ہے○ وہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں، پس کچھ تم میں سے کافر ہیں اور کچھ تم میں سے مومن ہیں اور اللہ ساتھ اسکے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ
جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے○ اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے اور اس نے صورت بنائی تمہاری پس اچھی بنائیں تمہاری صورتیں،

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ
اور اسی کی طرف واپسی ہے ○ وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو تم

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④
اور جو ظاہر کرتے ہو تم، اور اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

یہ آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اوصاف کے وسیع حصے پر مشتمل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل الوہیت، بے پایاں غنا اور تمام مخلوق کے اس کے سامنے محتاج ہونے کا ذکر فرمایا ہے، نیز ذکر فرمایا کہ زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اپنے رب کی حمد و ثنا کے ذریعے سے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اقتدار تمام تر اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے اقتدار سے کوئی چیز باہر نہیں۔ حمد و ثنا کا صرف وہی مالک ہے اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ وہ صفات کمال کا مالک ہے، اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ اس نے تمام اشیا کو وجود بخشا، اس کے لیے حمد ہے اس بنا پر کہ اس نے احکام شریعت مشروع کیے اور مخلوق کو نعمتیں عطا کیں۔ اس کی قدرت سب کو شامل ہے، موجودات میں سے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اس نے ذکر فرمایا کہ اس نے تمام بندوں کو تخلیق کیا، ان میں مومن اور کافر بنائے، پس ان کا ایمان اور کفر تمام اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے، یہی اس کی مشیت ہے، اس نے ان کو قدرت اور ارادہ عطا کیا

جس کی بنا پر وہ امر و نہی میں سے جس چیز کا ارادہ کریں، اس کا اختیار رکھتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی، جو مامورات و منہیات کا مکلف ہے، تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد باقی مخلوقات کا ذکر فرمایا، چنانچہ فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو۔'' یعنی تمام اجرام ارضی و فلکی اور ان چیزوں کو خوب اچھی طرح تخلیق فرمایا جو ان کے اندر ہیں ﴿بِالْحَقِّ﴾ ''حق کے ساتھ۔'' یعنی حکمت کے ساتھ اور اس غرض و غایت کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو مقصود و مطلوب ہے۔ ﴿وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ ''اور اس نے تمہاری صورت گری کی اور تمہاری بہترین صورتیں بنائیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین: ۹۵/۴) ''ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔'' پس انسان صورت کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سب سے خوبصورت اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔

﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ یعنی قیامت کے دن اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ پس وہ تمہیں تمہارے ایمان اور کفر کی جزا و سزا دے گا، تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے گا جو اس نے تمہیں عطا کیں کہ آیا تم نے ان نعمتوں پر شکر ادا کیا ہے یا نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عموم علم کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی وہ ظاہر اور باطن، غیب اور حاضر سب کا علم رکھتا ہے ﴿وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ یعنی جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو اور جو تمہارے سینوں کے اندر اچھے بھید چھپے ہوئے ہیں یا گندے، نیک نیتیں مستور ہیں یا برے مقاصد، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے تو ایک عقل مند دیدہ ور شخص پر یہ بات متعین ٹھہری کہ وہ اپنے باطن کی اخلاق رذیلہ سے حفاظت کرے اور اخلاق جمیلہ سے متصف ہونے کا حریص ہو اور اس کی کوشش کرے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ
کیا نہیں آئی تمہارے پاس خبر ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا (اس سے) پہلے پس چکھا انہوں نے وبال اپنے کام کا؟ اور ان کیلئے ہے
عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۵) ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا
عذاب بہت دردناک ○ یہ بوجہ اس کے ہے کہ بلاشبہ لاتے تھے ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں تو وہ کہتے:
اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (۶)
کیا بشر راہ دکھائیں گے ہمیں؟ پس انہوں نے کفر کیا اور روگردانی کی اور بے پروائی کی اللہ نے اور اللہ بے پروا خوب قابل تعریف ہے ○

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل اور عظیم اوصاف کا ذکر فرمایا، جن کے ذریعے سے اس کی معرفت حاصل ہوتی

ہے اوراس کی عبادت کی جاتی ہے، اس کی رضا کے حصول میں کوشش کی جاتی ہے اوراس کی ناراضی سے اجتناب کیا جاتا ہے، تب اس نے آگاہ فرمایا کہ اس نے گزشتہ قوموں اور گزرے ہوئے زمانوں کے ساتھ کیا کیا جن کی خبریں متاخرین بیان کرتے چلے آئے ہیں اور سچے لوگ ان سے آگاہ کرتے رہے ہیں کہ جب ان کے رسول ان کے پاس حق لے کر آئے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ عناد رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے اندر ان کے کرتوتوں کے وبال کا مزا چکھایا اور ان کو دنیا کے اندر رسوا کیا ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ اور آخرت میں ان کے لئے نہایت الم ناک عذاب ہے۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس عقوبت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ﴾ یہ سزا اور وبال جو ہم نے ان پر نازل کیا ہے اس سبب سے ہے ﴿بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے جو حق اور باطل پر دلالت کرتے تھے، مگر انہوں نے ناگواری سے منہ پھیر لیا اور اپنے رسولوں کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور کہنے لگے: ﴿اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا﴾ ”کیا ایک بشر ہماری راہنمائی کرتا ہے؟“ یعنی انہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، تب کس بنا پر اللہ نے ہمیں چھوڑ کر انہیں (نبوت کے لئے) مختص کیا؟ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (ابراهيم: ١٤/١١) ”ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم بھی تمہاری مانند بشر ہی ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔“ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو انبیائے کرام علیہم السلام سے روک دیا کہ وہ مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہوں اور تکبر سے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس طرح وہ شجر و حجر کی عبادت میں مبتلا ہو گئے۔

﴿فَكَفَرُوْا﴾ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا ﴿وَتَوَلَّوْا﴾ اور اس کی اطاعت سے منہ موڑ گئے ﴿وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان سے بے نیاز ہے اور وہ ان کی پروا نہیں کرتا اور ان کی گمراہی اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ وہ ایسا غنی ہے جو ہر لحاظ سے غنائے کامل اور مطلق کا مالک ہے۔ وہ اپنے اقوال، افعال اور اوصاف میں قابل تعریف ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ

دعویٰ کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا یہ کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے وہ۔ کہہ دیجیے: کیوں نہیں! قسم ہے میرے رب کی! ضرور اٹھائے جاؤ گے تم

ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧

پھر ضرور خبر دیے جاؤ گے تم ساتھ اس چیز کے جو عمل کیا تم نے اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کے عناد، ان کے زعم باطل اور ان کے کسی علم، کسی ہدایت اور کسی روشن کتاب کے بغیر

قیامت کو جھٹلانے کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔ پس اس نے اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو حکم دیا کہ وہ اس بات پر اپنے رب کی قسم کھائیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پھر ان کو ان کے اعمال بد اور ان کی تکذیب حق کی سزا دی جائے گی ﴿ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴾ ''اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔'' خواہ یہ مخلوق کی نسبت سے بہت مشکل بلکہ ناممکن ہی ہو کیونکہ اگر تمام مخلوق کے قویٰ ایک مردہ چیز کو زندہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو وہ اس کو زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ رہا اللہ تعالیٰ، تو وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے: ''ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ (الزمر: ٣٩/ ٦٨) ''اور جب صور پھونکا جائے گا، تو وہ تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ (بے ہوش کرنا نہ) چاہے، پھر اسے دوسری مرتبہ پھونکا جائے گا تو اسی لمحہ سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے۔''

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧

پس ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے اور (ساتھ) اس نور کے وہ جو نازل کیا ہم نے اور اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ہے○

چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے انکار کا ذکر کیا ہے جو قیامت کا انکار کرتے ہیں، نیز یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا یہ انکار اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے ساتھ ان کے کفر کو موجب ہے، اس لئے اس نے اس چیز کا حکم دیا جو ہلاکت اور بدبختی سے بچاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نور سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس کی ضد تاریکی ہے۔ جو احکام، قوانین اور اخبار اس کتاب میں ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، روشنی ہیں جس کے ذریعے سے جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں راہ نمائی حاصل ہوتی ہے اور جس کے ذریعے سے رات کی سیاہ تاریکی میں چلا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی راہ نمائی کے سوا تمام علوم ایسے ہیں جن کے نقصانات ان کے فوائد سے بڑھ کر اور جن کا شر ان کے خیر سے زیادہ ہے بلکہ اس میں کوئی خیر اور کوئی فائدہ ہی نہیں سوائے اس کے جو انبیاء ومرسلین کی لائی ہوئی تعلیمات کے موافق ہو۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان، عزم کامل ان (احکامات وقوانین) پر یقین صادق، اس تصدیق کے مقتضی، یعنی اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ ''اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔'' پس وہ تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا دے گا۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

جس دن وہ جمع کرے گا تمہیں جمع کرنے کے دن یہی دن ہے نقصان کا اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور عمل کرے

صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

صالح تو اللہ دور کر دے گا اس سے اس کی برائیاں اور داخل کرے گا اس کو ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ

وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، یہی ہے کامیابی بہت بڑی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور تکذیب کی ہماری آیتوں کی،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩

یہ لوگ جہنمی ہیں، ہمیشہ رہیں گے اس میں، اور برا ہے وہ ٹھکانا ○

یعنی اکٹھا ہونے کے دن کو یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو اکٹھا کر کے ایک بہت ہولناک مقام پر کھڑا کرے گا، پھر وہ ان کو ان کے اعمال کے بارے میں آگاہ کرے گا جو وہ کرتے رہے تھے، اس وقت خلائق کے درمیان امتیاز اور فرق ظاہر ہوگا، کچھ لوگ اعلیٰ علیین کے درجے پر فائز ہو کر عالی شان بالا خانوں اور بلند و بالا منازل میں ہوں گے، جو تمام اقسام کی لذات و شہوات پر مشتمل ہوں گی۔ کچھ لوگوں کو اسفل سافلین کے مقام پر گرا دیا جائے گا جو غم و ہموم اور سخت حزن و عذاب کا مقام ہوگا۔ یہ ان اعمال کا نتیجہ ہے جو انہوں نے آگے بھیجے تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کے دوران میں ان کو پیش کیا تھا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ”یہ نقصان اٹھانے کا دن ہے۔“ یعنی اس دن خلائق کے درمیان نقصان اور تفاوت ظاہر ہوگا۔ اس دن اہل ایمان فاسقوں کو نقصان دیں گے اور مجرم جان لیں گے کہ ان کے پلے تو کچھ بھی نہیں وہ تو محض خسارے میں ہیں۔

گویا کہ پوچھا گیا ہے کہ فلاح اور بدبختی، نعمتیں اور عذاب کس چیز سے حاصل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتا ہے، ایسا ایمان جو ان تمام امور کو شامل ہو جن پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ﴿وَيَعْمَلْ صَالِحًا﴾ ”اور وہ نیک اعمال کرتا ہے“ یعنی فرائض و نوافل، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتا ہے۔ ﴿يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔“ ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی نفس خواہش کریں گے، جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی، جس کو ارواح پسند کریں گی، جس کی دل آرزو کریں گے اور وہ ہر مرغوب کی انتہا ہوگی۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ”ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾ یعنی جنہوں نے ان آیات کا کسی شرعی یا عقلی دلیل کے بغیر انکار کیا، بلکہ ان کے پاس دلائل اور واضح نشانیاں آئیں، انہوں نے ان دلائل کو جھٹلایا اور جس چیز پر یہ دلالت کرتے تھے اس سے عناد رکھا۔ ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ”وہی اہل دوزخ ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔“ کیونکہ اس میں ہر قسم کی مصیبت، سختی، بدبختی اور عذاب ہوگا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم ہی سے اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے، وہ ہدایت دیتا ہے اس کے دل کو اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى

ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○ اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول کی، پس اگر روگردانی کرو تم تو بلاشبہ

رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

ہمارے رسول پر ہے پہنچا دینا ظاہر ○ اللہ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے اور اللہ ہی پر پس چاہیے توکل کریں مومن ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ”جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے۔“ یہ آیت کریمہ جان، مال، اولاد اور احباب کے مصائب وغیرہ سب کو شامل ہے، چنانچہ بندوں پر نازل ہونے والے تمام مصائب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہے، اس پر اس کا قلم جاری ہو چکا، اس پر اس کی مشیت نافذ ہو چکی اور اس کی حکمت نے اس کا تقاضا کیا۔ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ آیا بندے نے اس ذمے داری کو پورا کیا جو اس مقام پر اس پر عائد تھی یا وہ اس کو پورا نہ کر سکا؟ اگر اس نے اس ذمے داری کو پورا کیا تو اس کے لئے دنیا وآخرت میں ثواب جزیل اور اجر جمیل ہے۔ پھر جب وہ اس حقیقت پر ایمان لے آیا کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تب اس پر راضی ہوا اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، تو اللہ اس کے قلب کو ہدایت سے بہرہ مند کر دیتا ہے، پس وہ مطمئن ہو جاتا ہے، تب وہ مصائب کے وقت گھبراتا نہیں جیسا کہ اس شخص کا وتیرہ ہے جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہیں کرتا مگر مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی اور موجبات صبر کو قائم کرنے کی توفیق سے نوازتا ہے، اس سے اس کو دنیاوی ثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ، جزاوسزا کے دن کے لئے ثواب کو ذخیرہ کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۱۰) ”جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے حد وحساب اجر عطا کیا جائے گا۔“

اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ جو کوئی مصائب کے وارد ہونے پر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کا لحاظ نہیں کرتا بلکہ محض اسباب کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے، تو اسے بے یارومددگار چھوڑ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔

جب بندہ نفس پر بھروسا کرتا ہے تو نفس کے پاس چیخ و پکار اور بے صبری کے سوا کچھ نہیں، یہ وہ فوری سزا ہے جو آخرت کی سزا سے پہلے بندے کو اس دنیا میں اس پاداش میں ملتی ہے کہ اس نے صبر میں کوتاہی کی جو اس پر واجب تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے متعلق ہے: ﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو مصائب کے خاص وقت میں بھی اللہ اس کے دل کو ہدایت عطا کرتا ہے۔ رہی وہ چیز جو عموم لفظی کی حیثیت سے اس سے تعلق رکھتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ہر وہ شخص جو ایمان لایا، یعنی ایسا ایمان جو مامور بہ ہے اور وہ ہے

اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لانا۔ پھر ایمان جن لوازم و واجبات کا تقاضا کرتا ہے، اس کے ایمان نے ان کی تصدیق کی۔ بلاشبہ یہی سبب جس کو بندے نے اختیار کیا، اس کے اقوال و افعال، اس کے تمام احوال اور اس کے علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ہدایت کا سب سے بڑا سبب ہے۔ یہ بہترین جزا ہے جو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو عطا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ اہل ایمان کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی سے بہرہ مند کرتا ہے۔

اصل ثابت قدمی دل کی ثابت قدمی، اس کا صبر اور ہر قسم کے فتنے کے وارد ہونے کے وقت اس کا یقین ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراھیم: ٢٧/١٤) ”اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے مضبوط بات کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی عطا کرتا ہے۔“ پس اہل ایمان کے دل لوگوں میں سب سے زیادہ راہ ہدایت پر ہوتے ہیں اور وہ گھبراہٹ اور خوف کے موقعوں پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ”اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو“ یعنی ان دونوں کے اوامر کی تعمیل اور ان کے نواہی سے اجتناب میں ان کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سعادت کا مدار اور فلاح کا عنوان ہے ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرو ﴿فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ”تو ہمارے رسول پر تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔“ یعنی ہمارے رسول پر تو وہی ہے جو اسے دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور وہ سب کچھ نہایت واضح طور پر تمہیں پہنچا دیتا ہے، جس کے ذریعے سے تم پر حجت قائم ہوتی ہے۔ تمہاری ہدایت اس رسول کے قبضۂ قدرت میں ہے نہ تمہارا حساب اس کے اختیار میں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور عدم اطاعت کے بارے میں تمہارا محاسبہ وہ ہستی کرے گی جو غیب اور عیاں کا علم رکھنے والی ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ”اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔“ یعنی وہی عبادت اور الوہیت کا مستحق ہے اس کے سوا ہر معبود باطل ہے ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ پس اہل ایمان کو ہر معاملے میں جو بھی انہیں پیش آئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ کوئی معاملہ آسان نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر بندے کا اعتماد اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک بندے کا اپنے رب کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اور اس معاملے میں اس کے کافی ہونے کا وثوق نہ ہو جس پر وہ بھروسا کر رہا ہے اور بندے کے ایمان کے مطابق اس کے توکل میں قوت اور ضعف ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ بعض تمہاری بیویاں اور (بعض) تمہاری اولاد دشمن ہیں تمہارے، سو بچو تم ان سے

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○ یقیناً تمہارے مال

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮

اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ، اس کے ہاں تو اجر عظیم ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ ان میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ دشمن وہ ہوتا ہے جو تمہارے خلاف برائی کا ارادہ رکھتا ہو اور تمہارا وظیفہ (ذمے داری) ایسے شخص سے بچنا ہے جس کی یہ صفت ہو۔ بیویوں اور اولاد کی محبت نفس کی جبلت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ایسی محبت کے بارے میں نصیحت کی ہے جو ان کے لئے بیوی اور اولاد کے ایسے مطالبات کے سامنے جھکنے کا موجب بنتی ہے جس میں کوئی شرعی ممانعت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احکام کی تعمیل اور اس ثواب عظیم کے لئے اس کی رضا کو مقدم رکھنے کی ترغیب دی ہے جو بلند مطالب اور عالی قدر محبت پر مشتمل ہے اور اس امر کی ترغیب دی ہے کہ وہ آخرت کو ختم ہو جانے والی فانی دنیا پر ترجیح دیں۔

چونکہ ایسے امور میں بیویوں اور اولاد کی اطاعت سے روکا گیا ہے اور ان سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے جن میں بندے کے لئے ضرر ہے، اس سے بیوی اور اولاد کے بارے میں درشتی اور سختی متوہم ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بچنے اور ان کے ساتھ عفو و درگزر کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں بہت سے مصالح ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ’’اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘ کیونکہ عمل کی جزا اس کی جنس ہی سے ہوتی ہے، لہٰذا جو کوئی معاف کر دے، اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرتا ہے، جو کوئی درگزر کرے اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کرتا ہے، جو کوئی ایسے امر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتا ہے جو اسے پسند ہے اور اس کے بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جسے وہ پسند کرتے ہیں اور وہ ان کے لئے فائدہ مند ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے بندوں کی محبت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کے معاملے کی حفاظت کی جاتی ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ

پس ڈرو تم اللہ سے جتنی استطاعت رکھتے ہو، اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو تم (ہوگا یہ) بہتر تمہارے نفسوں کے لیے

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا

اور جو کوئی بچا لیا گیا حرص سے اپنے نفس کی تو یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ○ اگر تم قرض دو اللہ کو قرض

حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

حسنہ تو وہ بڑھائے گا اس کو تمہارے لیے اور بخش دے گا تمہیں اور اللہ بڑا قدر دان' خوب حوصلے والا ہے ○

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع

جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا' زبردست' خوب حکمت والا ○

ع ۲ ۱۶

اللہ تبارک وتعالیٰ تقوے کا حکم دیتا ہے جو اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اس کے نواہی سے اجتناب کرنے کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو استطاعت اور قدرت سے مقید رکھا ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ واجب جس کو ادا کرنے سے بندہ عاجز ہو، اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ امور پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور کچھ پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ انہی امور پر عمل کرے گا جن پر عمل کرنے کی وہ قدرت رکھتا ہے اور جن پر عمل کرنے سے عاجز ہے وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] ① ''جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جتنی تم میں استطاعت ہے اس کے مطابق اس پر عمل کرو۔'' اس شرعی قاعدے میں اتنی زیادہ فروع داخل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاسْمَعُوْا ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جو تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اس نے جو احکام تمہارے لئے مشروع کیے ہیں ان کو سنو، ان کو جان لو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کر دو ﴿ وَاَطِيْعُوْا ﴾ اور اپنے تمام معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو ﴿ وَاَنْفِقُوْا ﴾ اور شرعی نفقات واجبہ اور مستحبہ ادا کرو، تمہارا یہ فعل ﴿ خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ﴾ دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بہتر ہوگا کیونکہ بھلائی تمام تر اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرنے، اس کے نصائح کو قبول کرنے اور اس کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہے اور شر تمام تر اس کی مخالفت کرنے میں ہے۔ مگر وہاں ایک اور آفت بھی ہے جو بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مامور بہ نفقات سے روکتی ہے اور وہ ہے بخل، جو اکثر نفوس کی جبلت ہے۔ نفس مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، اس کی موجودگی کو پسند کرتے ہیں اور مال کے ہاتھ سے نکلنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔

﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ ﴾ جس شخص کو اللہ نے اس کے نفس کے بخل سے بچالیا، یعنی اس کو مال خرچ کرنے کی توفیق عطا کر دی جو اس کے لئے فائدہ مند ہے ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' کیونکہ انہوں نے مطلوب کو پالیا اور ڈرائے جانے والے امور سے نجات پائی۔ بلکہ شاید یہ ہر اس امر کو شامل ہے جس کا بندے کو حکم دیا گیا یا اس سے اس کو روکا گیا ہے کیونکہ اگر اس کا نفس بخیل ہے تو اس حکم کی

---

① صحیح البخاری' الاعتصام' باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ' ح: ۷۲۸۸ وصحیح مسلم' الحج' باب فرض الحج مرة فی العمر' ح: ۱۳۳۷ ومسند احمد: ۴۲۸/۲ واللفظ لہ۔

اطاعت نہیں کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور مامور بہ نفقات کو ہاتھ سے نہیں نکالے گا تو اس نے فلاح نہیں پائی بلکہ دنیا و آخرت میں خسارے میں رہا۔ اگر اس کا نفس سخی ہے، اللہ تعالیٰ کی شریعت پر انشراح کے ساتھ مطمئن اور اس کی رضا کا طلب گار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس فعل کے درمیان، جس کا وہ مکلف کیا گیا ہے، اس فعل کے علم، اللہ تعالیٰ کی رضا کی معرفت اور اس چیز کی بصیرت کے سوا کچھ بھی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر رہا ہے، اس طریقے سے فلاح پائے گا اور تمام تر کامیابی سے بہرہ مند ہوگا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ ”اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو“ اپنی حلال کمائی میں سے ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا جبکہ اس خرچ کرنے سے بندے کا مطلوب ومقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کو صحیح مقام پر خرچ کرنا قرض حسنہ ہے۔ ﴿ يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ ﴾ ”تو وہ اسے تمہارے لیے کئی گنا کر دے گا۔“ یعنی وہ تمہارے لئے اس کے ثواب کو دس گنا سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ کئی گنا تک کر دے گا۔ ﴿ وَ ﴾ اور ثواب کو کئی گنا کرنے کے ساتھ ساتھ ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ ﴾ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ کرنے کے سبب سے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ گناہوں کو صدقات اور نیکیاں مٹاتی ہیں۔

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾ (ھود: ۱۱/ ۱۱٤) ”بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“

﴿ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ ”اور اللہ نہایت قدردان، بہت بردبار ہے۔“ جو کوئی اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے اسے مہمل نہیں چھوڑتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (فاطر: ۳۵/ ٤۵) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے سبب سے پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا مگر وہ انہیں ایک مقررہ مدت کے لئے مہلت دیتا ہے۔“

﴿ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تھوڑے سے عمل کو بھی قبول کرتا ہے اور اس پر انہیں بہت زیادہ اجر عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کا قدردان ہے جو اس کی خاطر مشقتیں، بوجھ اور مختلف انواع کی بھاری تکالیف برداشت کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے۔

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ﴾ ”وہ پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے۔“ یعنی وہ ان لشکروں کا علم رکھتا ہے جو بندوں کی نظروں سے غائب ہیں اور وہ ان مخلوقات کا بھی علم رکھتا ہے جن کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں ﴿ الْعَزِيْزُ ﴾ جس کے مقابلے میں کوئی غالب آسکتا ہے نہ رکاوٹ بن سکتا ہے اور وہ تمام اشیا پر غالب ہے ﴿ الْحَكِيْمُ ﴾ اپنے خلق وامر میں حکمت والا ہے، جو تمام اشیا کو ان کے اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔

تفسیر سورۃ الطلاق

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ (٦٥) مَدَنِيَّةٌ (٩٩) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آیاتہا ١٢ رکوعاتہا ٢

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ
اے نبی! جب طلاق دو تم عورتوں (بیویوں) کو تو طلاق دو تم انھیں ان کی عدت (کے آغاز) میں اور شمار کرو تم عدت کو،
وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ
اور ڈرو تم اللہ (یعنی) اپنے رب سے، نہ نکالو تم انھیں ان کے گھروں سے اور نہ وہ (خود) نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ کوئی
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ
بے حیائی ظاہر اور یہ حدیں ہیں اللہ کی، اور جو کوئی تجاوز کرے حدود اللہ سے تو تحقیق
ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا
اس نے ظلم کیا اپنے نفس پر (طلاق دینے والے!) نہیں جانتا تو شاید کہ اللہ پیدا کر دے بعد اس (طلاق) کے کوئی (نئی) بات ○ پس جب
بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا
پہنچیں وہ اپنی عدت (ختم ہونے) کو تو تم روک رکھو انھیں معروف طریقے سے یا جدا کر دو انھیں معروف طریقے سے اور گواہ بنا لو تم
ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ
دو صاحب عدل آدمی اپنے میں سے، اور قائم کرو گواہی اللہ کیلیے یہ (حکم ہے وہ کہ) نصیحت کی جاتی ہے اسکی اس شخص کو جو ایمان لاتا ہے
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② ۙ وَّيَرْزُقْهُ
ساتھ اللہ اور دن قیامت کے، اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ بنا دیتا ہے اس کیلیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ ○ اور رزق دیتا ہے اسے
مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ
جہاں سے نہیں گمان کرتا وہ، اور جو کوئی توکل کرے گا اللہ پر تو وہ کافی ہے اسے، بلاشبہ اللہ پورا کرنے والا ہے اپنا کام
قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③
تحقیق مقرر کیا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور اہل ایمان سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ ''اے نبی! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو۔'' یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو۔ ﴿ فَ ﴾ ''پس'' تم ان کو طلاق دینے کے لیے مشروع وجۂ طلاق تلاش کرو، جب طلاق کا سبب مل جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی رعایت رکھے بغیر طلاق دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ ﴿ طَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ''انھیں ان کی عدت کے (آغاز) وقت

میں طلاق دو۔" یعنی ان کو ان کی عدت کے لئے طلاق دو، وہ اس طرح کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے طاہر ہونے کی حالت میں، نیز اس طہر میں اس سے مجامعت کیے بغیر طلاق دے، پس یہی وہ طلاق ہے جس میں عدت واضح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر اس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ اس حیض کو شمار نہیں کرے گی جس کے دوران طلاق واقع ہوئی ہے، تو اس سبب سے اس پر عدت کا عرصہ طویل ہو جائے گا۔

اس طرح اگر اس نے ایسے طہر میں طلاق دی ہو جس میں مجامعت کی گئی ہو تو اس طرح وہ حمل سے مامون نہ ہوگی، لہٰذا واضح نہ ہوگا کہ وہ کون سی عدت شمار کرے جبکہ اللہ تعالیٰ نے عدت شمار کرنے کا حکم دیا ہے ﴿وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ یعنی اسے حیض کے ذریعے سے شمار کیا جائے اگر بیوی کو حیض آتا ہے تو عدت کو حیض سے ضبط کرنا ہے اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت مہینوں کے ساتھ شمار کی جائے گی۔ عدت کے شمار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، طلاق دینے والے شوہر اور بعد میں نکاح کرنے والے شوہر کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے، نیز اس میں مطلقہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے حق کی ادائیگی ہے۔ پس جب عدت کو ضبط میں لایا جائے گا تو اس (کے حمل یا حیض وغیرہ) کا حال واضح طور پر معلوم ہوگا اور اس عدت پر مرتب ہونے والے حقوق معلوم ہوں گے۔ عدت شمار کرنے کے اس حکم کا رخ شوہر اور بیوی کی طرف ہے اگر بیوی مکلّف ہے ورنہ اس کے سرپرست کی طرف ہے۔ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ﴾ یعنی اپنے تمام امور میں تقویٰ اختیار کرو اور مطلقہ بیویوں کے حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ﴾ عدت کی مدت کے دوران ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو بلکہ مطلقہ اس گھر میں رہے جس گھر میں شوہر نے اس کو طلاق دی ہے ﴿وَلَا يَخْرُجْنَ﴾ "اور نہ وہ خود نکلیں" یعنی مطلقہ بیویوں کے لئے ان گھروں سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

مطلقہ کو گھر سے نکالنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ بیوی کو گھر فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے تاکہ وہ اس گھر میں رہ کر عدت پوری کر سکے جو شوہر کے حقوق میں سے ایک حق ہے۔ اور مطلقہ بیوی کے خود گھر سے نکلنے کی ممانعت اس لیے ہے کہ اس کا گھر سے نکلنا شوہر کے حق کو ضائع کرنا اور اس کی عدم حفاظت ہے۔ طلاق یافتہ عورتوں کا خود گھر سے نکلنے یا ان کو نکالے جانے کا حکم عدت کے پورا ہونے تک باقی رہے گا۔ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ "مگر یہ کہ وہ صریح بے حیائی کریں۔" یعنی ان سے کوئی واضح طور پر قبیح فعل سرزد ہو جو ان کو گھر سے نکالنے کا موجب ہو اور مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے سے گھر والوں کو ضرر پہنچتا ہو، مثلاً: فحش اقوال وافعال کے ذریعے سے اذیت وغیرہ۔ اس صورت حال میں مطلقہ کو گھر سے نکال دینا گھر والوں کے لئے جائز ہے کیونکہ وہ خود اپنے آپ کو گھر سے نکالنے کا سبب بنی ہے، حالانکہ گھر میں سکونت کی اجازت دینا مطلقہ کی دل جوئی اور اس کے ساتھ نرمی ہے اور اپنے آپ پر اس ضرر کا سبب وہ خود ہی بنی ہے۔ یہ حکم اس مطلقہ کے لئے ہے جو رجعی

طلاق کی عدت گزار رہی ہو۔ رہی وہ مطلقہ جس کی طلاق بائنہ ہو، اس کو سکونت فراہم کرنا واجب نہیں کیونکہ سکونت نان ونفقہ کے تابع ہے اور نان ونفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور جس کو طلاق بائنہ دی گئی ہو اس کے لئے نان ونفقہ نہیں ہے۔

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ ’’یہ اللہ کی حدیں ہیں۔‘‘ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر کے مشروع کیا ہے اور ان حدود کا التزام کرنے اور ان پر ٹھہرنے کا ان کو حکم دیا ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ ’’اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے۔‘‘ وہ اس طرح کہ وہ ان مقرر کردہ حدود پر نہ ٹھہرے بلکہ ان حدود سے تجاوز یا کوتاہی کرے ﴿ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ ’’تو یقیناً اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔‘‘ یعنی اس نے اپنا حق کم کیا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی اتباع میں سے، جن میں دنیا وآخرت کی اصلاح ہے، اپنے حصے کو ضائع کیا۔ ﴿ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴾ ’’تجھے کیا معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی سبیل پیدا کردے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے عظیم حکمتوں کی بنا پر طلاق کو مشروع کر کے، اس کو عدت کے ذریعے سے محدود کیا ہے۔ ان حکمتوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) عدت کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ طلاق دینے والے کے دل میں رحمت اور مودت پیدا کردے اور طلاق دینے والا اس سے رجوع کرلے اور نئے سرے سے اس کے ساتھ رہنا سہنا شروع کردے۔ یہ چیز (مطلقہ سے رجوع کرنا) عدت کی مدت کی معرفت ہی سے ممکن ہے۔

(۲) ہوسکتا ہے شوہر نے بیوی کی طرف سے کسی سبب کی بنا پر اس کو طلاق دی ہو اور عدت کی مدت میں وہ سبب دور ہوجائے تو وہ اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرلے کیونکہ طلاق کا سبب ختم ہوگیا ہے۔

(۳) ان حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ عدت کی مدت کے دوران میں اس خاوند کے حمل سے مطلقہ کے رحم کی براءت معلوم ہوجائے گی۔

﴿ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ﴾ یعنی جب طلاق یافتہ عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں کیونکہ اگر انہوں نے عدت پوری کرلی تو شوہر کے پاس مطلقہ کو روک رکھنے یا جدا کردینے کا اختیار نہیں رہتا۔ ﴿ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ یعنی ضرر پہنچانے کے لئے یا برائی اور محض محبوس رکھنے کے ارادے سے نہیں بلکہ حسن معاشرت اور صحبت جمیلہ کے طور پر ان کو روک لو، کیونکہ برائی اور محبوس رکھنے کے ارادے سے مطلقہ کو روکے رکھنا جائز نہیں۔ ﴿ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ’’یا دستور کے مطابق انھیں الگ کردو۔‘‘ یعنی اس طرح سے جدا کرنا کہ اس میں کوئی محذور امر نہ ہو، باہم گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کے بغیر اور نہ مطلقہ کے مال میں سے کچھ لینے ہی کے لئے اس پر کوئی سختی ہو۔ ﴿ وَّ اَشْهِدُوْا ﴾ اور اس کی طلاق اور رجوع پر گواہ بنالو ﴿ ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ اپنے (مسلمانوں) میں سے

دو عادل مردوں کو کیونکہ مذکورہ گواہی میں مخاصمت کا اور ان دونوں کی طرف سے ایسے امور کے کتمان کا سد باب ہے جن کو بیان کرنا لازم ہے۔ ﴿وَ اَقِیْمُوا﴾ اے گواہو! ٹھیک ٹھیک ادا کرو ﴿الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ ”گواہی اللہ کے لیے“ یعنی کسی کمی بیشی کے بغیر گواہی کو اسی طرح ادا کرو جس طرح کہ وہ حقیقت میں ہے اور گواہی دینے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھو اور گواہی میں کسی رشتے دار کی، اس کی رشتے داری اور کسی دوست کی، اس کی محبت کی وجہ سے رعایت نہ رکھو۔ ﴿ذٰلِكُمْ﴾ ”یہ“ جو تمہارے سامنے احکام اور حدود بیان کی ہیں ﴿یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ”ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان صاحب ایمان پر واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرے اور جتنے بھی نیک اعمال ممکن ہیں اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجے۔ اس شخص کے برعکس جس کے دل سے ایمان کوچ کر گیا، پس اسے کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس نے کیا برائی آگے بھیجی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ کی تعظیم بھی نہیں کرتا کیونکہ اس کا موجب معدوم ہے۔

چونکہ طلاق کبھی کبھی تنگی، کرب اور غم میں مبتلا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تقوے کا حکم دیا ہے اور اس شخص کے ساتھ جو طلاق وغیرہ میں تقوے پر مبنی رویہ اختیار کرتا ہے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کے لئے کشادگی اور (رنج و غم سے) نجات کی راہ نکالے گا، لہٰذا جو کوئی طلاق کا ارادہ کرے تو وہ شرعی طریقے سے طلاق دے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دے اور وہ حیض میں نہ ہو، نہ ایسے طہر میں ہو جس میں اس نے مطلقہ کے ساتھ مجامعت کی ہو، تو اس کے لئے معاملہ تنگی کا حامل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے فراخی اور وسعت پیدا کرتا ہے، جب اسے طلاق پر ندامت ہوتی ہے تو نکاح کے لئے مطلقہ کی طرف رجوع کرنا ممکن ہوتا ہے۔

آیت کریمہ اگرچہ طلاق اور رجوع کے سیاق میں ہے مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے، پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنے احوال میں اس کی رضا کا التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے ثواب سے بہرہ مند کرتا ہے۔ منجملہ اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی سختی اور مشقت میں سے اس کے لئے فراخی اور نجات کا راستہ پیدا کرتا ہے جیسا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے فراخی اور نجات کی راہ نکالتا ہے اور جو کوئی اس سے نہیں ڈرتا وہ بوجھ تلے اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا پڑا رہتا ہے جن سے گلوخلاصی اور ان کے ضرر سے نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

طلاق کے معاملے میں اس پر غور کیجئے کیونکہ جب بندہ طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا بلکہ حرام کردہ طریقے سے طلاق دیتا ہے، مثلاً: یک بارگی تینوں طلاقیں دے دینا وغیرہ، تو اسے ایسی پشیمانی ہوگی کہ جس کا تدارک کرنا اور اس سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾ اللہ تعالیٰ متقی شخص کے لئے ایسی جگہوں سے

رزق پہنچاتا ہے جہاں سے رزق کا آنا اس کے وہم و گمان میں ہوتا ہے نہ اسے اس کا شعور ہوتا ہے۔ ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ اور جو کوئی اپنے دین اور دنیا کے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، یعنی کسی چیز کے حصول میں جو اس کے لئے نفع مند ہو اور کسی چیز کو دور ہٹانے میں جو اس کے لئے ضرر رساں ہو اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اس میں آسانی پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے ﴿فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ تو وہ اس معاملے میں اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، جس میں اس نے اس پر بھروسا کیا تھا۔ جب معاملہ غنی، قوی، غالب اور نہایت رحم والی ہستی کی کفالت میں ہے تو وہ ہستی بندے کے ہر چیز سے زیادہ قریب ہے۔ مگر بسا اوقات حکمت الٰہیہ مناسب وقت تک اس کی تاخیر کا تقاضا کرتی ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾ ”بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔“ یعنی اس کی قضاو قدر کا نافذ ہونا لازمی امر ہے، لیکن ﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ اس نے ایک وقت اور ایک مقدار مقرر کر رکھی ہے جس سے یہ چیز تجاوز کرتی ہے نہ کوتاہی کرتی ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ
اور وہ عورتیں جو مایوس ہو گئیں حیض سے تمہاری (مطلقہ) عورتوں میں سے، اگر شک میں پڑو تم تو ان کی عدت ہے تین
اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ
مہینے اور (اسی طرح) ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا (ابھی) اور (جو) حمل والیاں ہیں ان کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے
وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ
اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ بنا دیتا ہے اس کے لیے اس کے کام میں آسانی ○ یہ حکم ہے اللہ کا
اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤
اس نے نازل کیا ہے اسے تمہاری طرف اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے تو وہ دور کر دیتا ہے اس سے اسکی برائیاں اور زیادہ دیتا ہے اسکو اجر ○

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ مامور بہ طلاق عورتوں کی عدت کے لئے ہے، اس لئے عدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ﴾ وہ عورتیں جنہیں حیض آتا تھا پھر بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا اور دوبارہ حیض آنے کی امید نہ رہی تو ان کی عدت ﴿ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ﴾ ”تین مہینے ہے۔“ ہر حیض کے مقابلے میں ایک مہینہ مقرر کیا ہے۔ ﴿وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ یعنی چھوٹی لڑکیاں جن کو ابھی حیض نہیں آیا یا وہ بالغ عورتیں جن کو بالکل حیض نہیں آیا، ان عورتوں کی مانند ہیں جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہیں، ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ رہی وہ عورتیں جن کو حیض آتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت اپنے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۲۲۸) ”اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔“

﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ﴾ ’’اور حمل والی عورتوں کی مقررہ مدت‘‘ یعنی ان کی عدت ﴿اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ ’’وضع حمل تک ہے۔‘‘ یعنی ان کے بطن میں جو ایک یا متعدد بچے ہیں، ان کو وہ جنم دے دیں، اس صورت میں مہینوں وغیرہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا﴾ یعنی جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام امور کو آسان اور ہر مشکل کو سہل کر دیتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ﴾ ’’یہ‘‘ حکم جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے ﴿اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ﴾ ’’اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔‘‘ تاکہ تم اس پر چلو، اسے اپنا راہ نما بناؤ اور اس کی تعظیم کرو ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا﴾ ’’اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم عطا کرے گا۔‘‘ یعنی محذور اس سے دور اور مطلوب اس کو حاصل ہوگا۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

تم رکھو انہیں جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی طاقت کے مطابق اور نہ تکلیف دو تم انہیں تاکہ تنگی کرو تم

عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ

ان پر اور اگر ہوں وہ (مطلقات) حمل والیاں تو تم خرچ کرو ان پر یہاں تک کہ جن لیں وہ اپنا حمل پھر اگر

اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ

وہ (بچے کو) دودھ پلائیں تمہارے لیے تو دو تم انہیں انکی اجرت اور مشورہ کرو تم آپس میں دستور کے مطابق اور اگر تم آپس میں تنگی کرو

فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۞۶ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ

تو دودھ پلائے گی اسے کوئی دوسری عورت ○ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور جو شخص کہ تنگ کیا گیا ہو اس پر رزق اسکا

فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ

تو چاہیے کہ وہ خرچ کرے اس میں سے جو دیا ہے اس کو اللہ نے نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو بھی مگر (اسی قدر) جو اس نے دیا ہے اس (نفس) کو

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞۷ ع

عنقریب کر دے گا اللہ بعد تنگی کے آسانی ○

پیچھے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق یافتہ عورتوں کو گھروں سے نکالنے سے روکا ہے اور اس مقام پر اس نے طلاق یافتہ عورتوں کو سکونت مہیا کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کو معروف طریقے سے سکونت مہیا کرنا مقرر فرمایا اور اس سے مراد ایسا گھر ہے، جس میں شوہر کی تونگری یا عسرت کے مطابق ان دونوں کے ہم مرتبہ لوگ رہتے ہیں۔ ﴿وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ یعنی ان کی سکونت کے دوران ان کو اپنے قول و فعل کے ذریعے سے، اس غرض سے تکلیف نہ پہنچاؤ کہ وہ عدت پوری ہونے سے پہلے تنگ آ کر گھروں سے نکل جائیں، اس صورت میں تم ان کو اپنے گھروں سے نکالنے والے شمار ہو گے۔

آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقات کو گھروں سے نکالنے سے روکا ہے اور مطلقات کو بھی گھروں سے نکلنے سے منع کیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سکونت فراہم کرنے کا حکم دیا ہے کہ مطلقات کو کوئی ضرر اور مشقت لاحق نہ ہو اور یہ عرف عام کی طرف راجع ہے۔

﴿ وَإِنْ كُنَّ ﴾ ”اور اگر ہوں وہ“ یعنی مطلقات ﴿ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ ”حمل والیاں، تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرو۔“ اگر طلاق بائنہ ہے تو یہ نان ونفقہ اس حمل کی وجہ سے ہے جو اس کے پیٹ میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہے تو یہ نفقہ خود اس کے لئے اور اس کے حمل کے لئے ہے۔ نان ونفقے کی انتہا وضع حمل تک ہے۔ جب وضع حمل ہو جائے تو وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں گی یا نہیں پلائیں گی؟ ﴿ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ﴾ ”پس اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو۔“ یعنی طے شدہ اجرت اگر طے کی گئی ہو ورنہ وہ اجرت ادا کی جائے جو اس کے ہم مرتبہ لوگ ادا کرتے ہیں ﴿ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ﴾ یعنی میاں بیوی اور دیگر لوگ ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں اور معروف سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں دنیا وآخرت کی کوئی منفعت اور مصلحت ہو کیونکہ باہم ایک دوسرے کو معروف کی تلقین کرنے میں غفلت برتنے سے ضرر اور شر کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، نیز باہم معروف کا حکم دینے میں نیکی اور تقوے پر تعاون ہے۔

اس مقام پر اس بات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اتمام عدت پر، مفارقت کے وقت شوہر اور بیوی کے درمیان، خاص طور پر جب ان دونوں کا مشترکہ بچہ ہو، غالب حالات میں بیوی اور بچے کے نفقے کے بارے میں جدائی کے ساتھ ساتھ تنازعہ اور جھگڑا واقع ہو جاتا ہے۔ جدائی عموماً بغض اور کینہ سے مقرون ہوتی ہے، جس سے بہت سی چیزیں متاثر ہوتی ہیں، لہٰذا دونوں میں سے ہر ایک کو نیکی، حسن معاشرت، عدم مشقت اور عدم منازعت کا حکم دیا جائے اور ان امور میں خیر خواہی کی جائے۔

﴿ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ ﴾ ”اور اگر تم باہم ضد (اور نا اتفاقی) کرو۔“ یعنی اگر دونوں میاں بیوی اس امر پر متفق نہ ہوں کہ (مطلقہ) بیوی اپنے بچے کو دودھ پلائے ﴿ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴾ تو اس مطلقہ بیوی کے علاوہ کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلائے۔ فرمایا: ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۳۳) ”اگر تمہارا ارادہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کا ہو، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جب تم وہ اجرت معروف طریقے سے ادا کر دو جو تم نے طے کی تھی۔“ یہ اس صورت میں ہے جب بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول کرتا ہو، اگر بچہ اپنی ماں کے سوا کسی عورت کا دودھ قبول نہ کرتا ہو، تو اس کی ماں رضاعت کے لئے متعین ہو گی اور ماں پر رضاعت واجب ہو گی اور اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کرے تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر دونوں میں اجرت پر اتفاق نہ ہو سکے تو اس کے لئے ہم مرتبہ دودھ پلانے والی کی اجرت ہے۔

یہ حکم اس آیت کریمہ کے معنیٰ سے ماخوذ ہے کیونکہ بچہ جب حمل کی مدت کے دوران میں اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور وہ تو باہر نہیں آ سکتا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بچے کے ولی پر نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے اور جب بچہ متولد ہو جاتا ہے اور وہ خوراک اپنی ماں سے یا ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت سے حاصل کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دونوں صورتیں مباح کر دی ہیں۔ چنانچہ بچہ اگر ایسی حالت میں ہو کہ وہ اپنی ماں کے سوا کہیں سے خوراک نہ لیتا ہوں تو وہ بمنزلہ حمل کے ہے اور اس کی خوراک کے لئے اس کی ماں ہی کو مقرر کیا جائے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے شوہر کی حیثیت کے مطابق نفقہ مقرر فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ ''وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔'' یعنی دولت مند اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے وہ اس طرح خرچ نہ کرے جس طرح فقرا خرچ کرتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ﴾ ''اور جسے اس کا رزق نپا تلا ملے۔'' یعنی جو تنگ دستی کا شکار ہو ﴿فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ﴾ ''تو وہ اسی (رزق) میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے۔'' ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا﴾ ''اللہ کسی پر اتنی ہی ذمے داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اسے دیا۔'' اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت سے مناسبت رکھتی ہے کہ اس نے ہر ایک کو اس کے حسب حال مکلّف کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صرف اتنا ہی مکلّف کرتا ہے جتنا اس کو رزق عطا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی جان کو نفقے وغیرہ کے ضمن میں اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ یہ تنگ دست لوگوں کے لئے بشارت ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان سے سختی کو دور کر دے گا اور مشقت کو اٹھا لے گا کیونکہ ﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ (الم نشرح: ۹۴/ ۵، ۶) ''بلاشبہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بلاشبہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔''

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا

اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ سرکشی کی انہوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے امر سے، تو ہم نے حساب لیا ان سے حساب

شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ

سخت اور عذاب دیا ہم نے انہیں عذاب ہولناک ○ پس چکھا (ان بستیوں نے) وبال اپنے کام کا اور تھا انجام

اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ

ان کے کام کا خسارہ ہی ○ تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لیے عذاب شدید پس ڈرو تم اللہ سے اے عقل مندو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ

وہ لوگ جو ایمان لائے، تحقیق نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ذکر ○ (یعنی) رسول، وہ تلاوت کرتا ہے تم پر آیتیں

اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اللہ کی واضح تاکہ وہ نکالے ان لوگوں کو، جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک، اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

نور کی طرف اور جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور عمل کرے نیک تو وہ داخل کرے گا اسے ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

ان کے نیچے نہریں، وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک، تحقیق اچھا دیا اللہ نے اس کو رزق ○

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکش قوموں اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے لوگوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں آگاہ فرماتے ہیں کہ جب سخت حساب اور دردناک عذاب کا وقت آیا تو ان کی کثرت اور قوت ان کے کسی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کا مزہ چکھایا جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ تھا۔ دنیا کے عذاب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ ”لہٰذا ڈرو اللہ سے اے عقل رکھنے والو!“ یعنی ایسی عقل رکھنے والو جو اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کی عبرتوں اور اس حقیقت کا ادراک رکھتی ہے کہ اسی ہستی نے گزرے ہوئے زمانے کے لوگوں کو ان کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کیا تو ان کے بعد آنے والے انہی کے مانند ہیں، دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا ذکر کیا جو اس کتاب پر ایمان لائے جو اس نے ان پر نازل کی، جو اس نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری تاکہ وہ مخلوق کو کفر، جہالت اور معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر علم و ایمان اور اطاعت کی روشنی میں لائے، پس کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئے اور ان میں سے کچھ لوگ ایمان نہیں لائے۔ ﴿ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا ﴾ ”اور جو ایمان لائے اللہ پر اور نیک عمل کرے“ یعنی واجبات و مستحبات پر عمل کرے ﴿ يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ”اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔“ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والی ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی، جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا تصور آیا ہے۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴾ ”وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے انہیں خوب رزق دیا ہے۔“ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ

اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور زمینیں بھی مثل ان (آسمانوں) کی، نازل ہوتا ہے (اس کا) حکم

بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ

ان کے درمیان تاکہ تم جان لو بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے اور بلاشبہ اللہ

قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫ ع

نے تحقیق گھیر رکھا ہے ہر چیز کو باعتبار علم کے ○

ع ۵ ۱۸

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے تمام آسمانوں اور ان کے رہنے والوں، ساتوں زمینوں اور ان پر بسنے والوں اور ان تمام چیزوں کو پیدا کیا جو ان کے درمیان ہیں اور اس نے اپنا امر نازل فرمایا اور وہ ہیں شرائع اور دینی احکام، جن کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو وعظ ونصیحت کے لئے اپنے رسولوں پر وحی کیا۔ اسی طرح اس نے تکوینی اور قدری احکام نازل فرمائے، جن کے ذریعے سے وہ تمام مخلوق کی تدبیر کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ بندے اس کو پہچانیں اور جان لیں کہ اس کی قدرت تمام اشیا کا احاطہ کئے ہوئے اور اس کا علم تمام اشیا پر محیط ہے۔ جب وہ اس کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور اوصاف مقدسہ کے ذریعے سے پہچان لیں گے تو وہ اس کی عبادت کریں گے، اس سے محبت کریں گے اور اس کے حقوق کو ادا کریں گے۔ خلق وامر کا یہی مقصد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اس کی عبادت، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے، جن کو توفیق سے بہرہ مند کیا گیا ہے، وہ اس مقصد کو پورا کر رہے ہیں جبکہ ظالم اور روگردانی کرنے والے لوگ اس سے روگرداں ہیں۔

تفسیر سورۃ التحریم

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ (٦٦) مَدَنِيَّةٌ (١٠٧)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ١٢
رُكُوْعَاتُهَا ٢

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ

اے نبی! کیوں حرام کرتے ہیں آپ اس چیز کو جو حلال کی ہے اللہ نے آپ کیلئے؟ چاہتے ہیں آپ رضامندی اپنی بیویوں کی؟ اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ

خوب بخشنے والا، بڑا رحم کرنیوالا ہے○ تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے کھولنا (توڑنا) تمہاری قسموں کا اور اللہ کارساز ہے تمہارا اور وہ

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ

خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے○ اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی بعض بیویوں سے ایک بات، پس جب خبر دی اس (بیوی) نے اس (بات) کی

وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اور ظاہر کر دیا اسکو اللہ نے اس پر (نبی) تو اس (نبی) نے بتلادی کچھ (بات) اس میں سے اور اعراض کیا کچھ سے پس جب خبر دی نبی نے اس (بیوی) کو اسکی

قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ

تو اس نے کہا کس نے خبر دی ہے آپکو اس (بات) کی؟ نبی نے فرمایا خبر دی ہے مجھے (اللہ) علیم خبیر نے○ اگر توبہ کرو تم دونوں اللہ کی طرف (تو بہتر ہے)

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ

پس تحقیق ہٹ گئے ہیں تمہارے دل، اور اگر تم دونوں ایک دوسری کی مدد کرو گی آپکے مقابلے میں تو بلاشبہ اللہ وہی ہے مددگار آپکا اور جبریل

وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اور صالح ایمان دار، اور (تمام) فرشتے (بھی) بعد اسکے مددگار ہیں ○ امید ہے کہ اسکا رب، اگر وہ (نبی) طلاق دے دے تمہیں،

اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ

یہ کہ بدلے میں دے دے اس کو بیویاں افضل تم سے مسلمان، مومن، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں،

عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی محمد ﷺ پر عتاب ہے، (یہ عتاب اس وقت فرمایا) جب آپ نے اپنے آپ پر اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ ؓ یا شہد کو، ایک معروف واقعے کے مطابق، اپنی بعض ازواج مطہرات کی دل جوئی کے لئے حرام ٹھہرا لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ ﴾ اے وہ ہستی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت، رسالت اور وحی کی نعمت سے سرفراز فرمایا! ﴿ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ آپ ان پاک چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو نوازا ہے؟ ﴿ تَبْتَغِيْ ﴾ ''آپ چاہتے ہیں'' اس تحریم کے ذریعے سے ﴿ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اپنی بیویوں کی رضامندی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بخش دیا، آپ سے ملامت کو رفع کر دیا اور آپ پر رحم فرمایا اور آپ سے صادر ہونے والی یہ تحریم تمام امت کے لئے ایک عام حکم کی تشریع کا سبب بن گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام قسموں کے لیے عام حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ''اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسمیں کھولنا (توڑنا) فرض کر دیا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے وہ طریقہ مشروع اور مقرر کر دیا ہے جس کے ذریعے سے قسم سے، اس کو توڑنے سے پہلے، نکلا جا سکے اور وہ کفارہ بتلا دیا جس کی ادائیگی قسم توڑنے کے بعد ضروری ہے اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں آیا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ﴾ (المائدۃ: ۵/۸۷۔۸۹) ''اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ، جن کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال پاکیزہ چیزیں

کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اللہ تمہاری قسموں میں سے لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کر دو، تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے، جب تم قسم کھاؤ (اور توڑ دو) تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔‘‘

پس ہر وہ شخص جو کسی حلال طعام، مشروب یا لونڈی کو حرام ٹھہرائے یا کسی فعل یا ترک پر اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، پھر وہ قسم کو توڑ دے یا توڑنے کا ارادہ کرے تو اس پر یہ مذکورہ کفارے کی ادائیگی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ مَوْلٰكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے امور کی سرپرستی کرنے والا ہے اور تمہارے دین و دنیا کے امور میں تمہاری بہترین طریقے سے تربیت کرنے والا ہے، جس کے سبب سے تم سے شر دور ہوتا ہے۔ بنا بریں اس نے تمہاری قسمیں حلال کرنے کے لئے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر فرمایا تاکہ تم پر جو ذمے داری ہے وہ پوری ہو جائے۔

﴿وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ جس کے علم نے تمہارے ظواہر اور بواطن کا احاطہ کر رکھا ہے اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور اس نے حکم دیا ہے، وہ اس میں حکمت کو ملحوظ رکھنے والا ہے اس لئے اس نے تمہارے لئے ایسے احکام مشروع کئے ہیں جن کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ وہ تمہارے مصالح کے موافق اور تمہارے احوال کے لئے مناسب ہیں۔

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ ’’اور جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک راز کی بات کہی۔‘‘ (تو اس نے دوسری کو بتا دی۔) بہت سے مفسرین کا قول ہے کہ یہ ام المومنین حضرت حفصہ ؓ ہیں، ان کو نبی اکرم ﷺ نے کوئی راز کی بات کہی اور ان سے کہا کہ وہ آگے کسی کو نہ بتائیں۔ انہوں نے یہ بات حضرت عائشہ ؓ کو بتا دی اور اللہ تعالیٰ نے اس خبر کے بارے میں جو حضرت حفصہ ؓ نے افشا کر دی تھی نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کر دیا، نبی اکرم ﷺ نے اپنے حلم اور کرم کی بنا پر اس بات میں سے جو انہوں نے افشا کی تھی کچھ بات حضرت حفصہ ؓ کو بتا دی اور کچھ کے بارے میں اعراض کیا ﴿قَالَتْ﴾ حضرت حفصہ ؓ نے آپ سے عرض کیا: ﴿مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا﴾ یعنی اس خبر سے آپ کو کس نے آگاہ کیا جو ہم سے باہر نہیں نکلی؟ ﴿قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ’’آپ نے فرمایا: علیم و خبیر نے مجھے خبر دی ہے۔‘‘ جس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ بھیدوں اور چھپی ہوئی چیزوں کو خوب جانتا ہے۔

﴿اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾ خطاب کا رخ دونوں ازواج مطہرات، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ ؓ کی طرف ہے، جو اس بات کا سبب بنیں کہ آپ نے اپنے آپ پر اس چیز کو حرام ٹھہرایا جو آپ کو پسند تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بنا پر دونوں ازواج مطہرات پر عتاب فرمایا، ان کے سامنے توبہ پیش کی اور انہیں آگاہ فرمایا کہ ان کے دل اس چیز سے منحرف ہو گئے جو ان کے لائق تھی، یعنی ورع اور رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام، نیز یہ کہ وہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔ ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ﴾ اگر تم دونوں ایسے امر پر باہم تعاون

کروگی جو آپ پر شاق گزرتا ہے اور تمہاری طرف سے یہ رویہ دائم رہا ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ﴾ ”تو اللہ اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مددگار ہیں۔“ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اعوان و مددگار ہیں اور جس کے اعوان و انصار یہ لوگ ہوں وہ مدد یافتہ ہے اور دوسرے لوگ، جو آپ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، تو یہ بے یار و مددگار چھوڑ ہوئے ہیں۔ یہ سید المرسلین رسول مصطفیٰ ﷺ کی سب سے بڑی فضیلت اور سب سے بڑا شرف ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنی ذات کریمہ اور اپنی مخلوق میں خاص لوگوں کو رسول کریم ﷺ کے اعوان و انصار مقرر فرمایا۔

ان آیات کریمہ میں دونوں ازواج مطہرات کے لئے تنبیہ ہے جو مخفی نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک ایسی حالت سے ڈرایا ہے جو عورتوں پر بے حد شاق گزرتی ہے اور وہ ہے طلاق، جو ان کے لئے سب سے گراں چیز ہوتی ہے، اس لئے فرمایا: ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ یعنی تم رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں برتری ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو معاملہ ان پر تنگ نہیں ہوگا اور نہ وہ تمہارے محتاج ہی ہوں گے کیونکہ آپ عنقریب دوسری بیویاں پائیں گے اور اللہ تعالیٰ (تمہارے بدلے میں) آپ کو ایسی بیویاں عطا کردے گا جو دین اور حسن و جمال میں تم سے بہتر ہوں گی۔ یہ ایسی تعلیق کے باب میں سے ہے جس کا وجود نہیں اور نہ اس کا وجود لازم ہے کیونکہ آپ نے ان ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اور اگر آپ طلاق دے دیتے تو وہی ہوتا جو ان ازواج مطہرات کے بارے میں ذکر فرمایا ہے، وہ اسلام جو کہ ظاہری شریعت کو قائم کرنے کا نام ہے اور ایمان جو باطنی شریعت عقائد اور اعمال قلوب کو کرنے کا نام ہے، دونوں کی جامع ہوتیں۔ (قُنُوْتٌ) سے مراد دائمی اطاعت اور اطاعت پر استمرار ہے۔

﴿تٰٓىِٕبٰتٍ﴾ وہ ان امور سے توبہ کرنے والی ہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے امور کو قائم کرنے سے موصوف فرمایا جن کو وہ پسند کرتا ہے اور ان کو ایسے امور سے اجتناب کرنے سے موصوف فرمایا جو اسے ناپسند ہیں ﴿ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا﴾ یعنی ان میں بعض ثیبہ (بیوہ) ہوں گی اور بعض کنواری تاکہ آپ کو اپنی پسند کے مطابق تنوع حاصل ہو۔

چنانچہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے یہ تخویف اور تادیب سنی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی کے لئے جلدی سے آگے بڑھیں، لہٰذا یہ مذکور اوصاف ان پر منطبق ہوئے اور وہ مومن عورتوں میں سب سے افضل قرار پائیں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لیے مکمل احوال اور اعلیٰ امور کا انتخاب کرتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ خواتین کو اپنے رسول کے حرم کے لیے باقی رکھنا پسند کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ تمام عورتوں سے بہتر اور کامل ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بچاؤ تم اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل (وعیال) کو اس آگ سے کہ ایندھن اس کا ہیں انسان

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ

اور پتھر، اس پر (مقرر) ہیں فرشتے نہایت سخت دل بڑے مضبوط، نہیں نافرمانی کرتے وہ اللہ کی

مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥

جس کا حکم دے وہ انہیں اور وہ (وہی) کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں وہ ○

یعنی اے وہ لوگو جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان سے نوازا ہے! ایمان کے لوازمات اور اس کی شرائط کا التزام کرو، اس لئے ﴿قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ”اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ“ جو ان برے اوصاف سے متصف ہے۔ نفس کو بچانا یہ ہے کہ اس سے اطاعت کا، اللہ تعالیٰ کے اوامر کا، اس کے نواہی سے اجتناب کا اور ایسے امور سے توبہ کا التزام کرایا جائے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جو عذاب کے موجب ہیں۔ اہل وعیال کو بچانا یہ ہے کہ ان کو ادب وعلم سکھایا جائے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل پر مجبور کیا جائے۔ پس بندہ صرف اسی وقت محفوظ ہوتا ہے جب وہ اپنے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں، جو اس کی سرپرستی میں اور اس کے تصرف میں ہوں، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آگ کے یہ اوصاف اس لیے بیان کئے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کو حقیر سمجھنے سے ڈریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ”جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ﴾ (الأنبياء: ۲۱/۹۸) ”بے شک تم اور تمہارے وہ خود ساختہ معبود جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں، تمہیں جہنم میں وارد ہونا ہے۔“ ﴿عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ﴾ ”جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔“ ان فرشتوں کے اخلاق بہت درشت اور ان کا انتقام بہت برا ہوگا، جہنمی ان کی آوازیں سن کر گھبرائیں گے اور ان کو دیکھ کر خوف کھائیں گے، یہ فرشتے اپنی طاقت وقوت سے جہنمیوں کو رسوا کریں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکامات نافذ کریں گے جس نے ان کے بارے میں عذاب کا حتمی فیصلہ کیا ہے اور سخت سزا ان پر واجب کی ہے۔ ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ”اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے، وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔“ اس میں بھی مکرم فرشتوں کی مدح، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کے سر تسلیم خم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر ان کی اطاعت کا ذکر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑦ع ۱/۱۹

اے لوگو جنہوں نے کفر کیا! نہ عذر پیش کرو تم آج، یقیناً بدلہ دیے جاؤ گے تم جو کچھ تھے تم عمل کرتے ○

یعنی قیامت کے روز ان الفاظ میں جہنمیوں کو زجر و توبیخ کی جائے گی، پس ان سے کہا جائے گا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ﴾ ’’اے کافرو! آج عذر مت پیش کرو۔‘‘ یعنی عذر پیش کرنے کا وقت چلا گیا اور اس کا فائدہ ختم ہو گیا، اب تو اعمال کی جزا و سزا کے سوا کچھ باقی نہیں اور تم نے اللہ تعالیٰ کے انکار، اس کی آیات کی تکذیب اور اس کے رسولوں اور اولیاء کے ساتھ جنگ کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! توبہ کرو تم اللہ کی طرف توبہ خالص، امید ہے تمہارا رب یہ کہ دور کر دے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ

تم سے تمہاری برائیاں اور وہ داخل کرے تمہیں ایسے باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں اس دن کہ

لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ، ان کا نور دوڑتا ہو گا

اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

ان کے آگے اور ان کے دائیں، وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! پورا فرما ہمارے لیے ہمارا نور

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

اور مغفرت فرما ہماری، بلاشبہ تو ہر چیز پر خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خالص توبہ کا حکم دیا ہے اور اس پر ان کی برائیاں مٹا دینے، جنتوں میں داخل کرنے اور فوز و فلاح کا وعدہ کیا ہے۔ جب قیامت کے دن اہل ایمان اپنے نور ایمان کے ساتھ اور اس کی روشنی میں چل رہے ہوں گے، اس کی خوشبو اور راحت سے متمتع ہو رہے ہوں گے اور اس روشنی کے بجھ جانے پر ڈریں گے جو منافقین کو دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے کہ وہ ان کے نور کو پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے پاس جو نور اور یقین ہو گا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں نعمتوں بھری جنتوں اور رب کریم کے جوار میں پہنچا دے گا۔ یہ سب خالص توبہ کے آثار ہیں۔ خالص توبہ سے مراد وہ توبہ ہے جو ان تمام گناہوں کو شامل ہو جو بندے نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کیے ہیں، اس توبہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے سوا کچھ مقصود نہ ہو، پھر بندہ تمام احوال میں اس توبہ پر قائم رہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ

اے نبی! آپ جہاد کیجیے کفار و منافقین سے اور سختی کیجیے ان پر اور ٹھکانا ان کا

جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨

جہنم ہے اور بری ہے وہ جگہ پھرنے کی ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرنے اور اس بارے میں ان پر سختی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس میں ان کے ساتھ دلیل کے ذریعے سے جہاد کرنا، ان کو اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دینا، گمراہی کی مختلف اقسام پر مبنی ان کے موقف کا ابطال کرنا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول کرنے اور اس کے فیصلے کی اطاعت کرنے سے انکار کردے تو اس کے خلاف اسلحہ اور جنگ کے ذریعے سے جہاد کرنا، سب شامل ہے۔ پس ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا جائے اور ان پر سختی کی جائے۔ رہا جہاد کا پہلا مرتبہ، تو وہ اس ذریعے سے ہو جو بہترین ہے، پس کفار اور منافقین پر اور ان کے خلاف جہاد پر اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ اور آپ کی جماعت کو لگانا، دنیا کے اندر ان کے لئے عذاب ہے اور آخرت میں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہوگا جو بہت بری جگہ ہے جس کی طرف ہر بدبخت اور خائب وخاسر شخص لوٹے گا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ

بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا' نوح کی بیوی کی اور لوط کی بیوی کی' تھیں وہ دونوں زیر نکاح

عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

دو بندوں کے ہمارے بندوں میں سے (جو) نیک تھے پس خیانت کی ان دونوں (عورتوں) نے انکی تو نہ فائدہ دیا ان دونوں نے انکو اللہ کے مقابلے میں

شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ

کچھ بھی اور کہہ دیا گیا' داخل ہو جاؤ تم دونوں (عورتیں) آگ میں ساتھ داخل ہونے والوں کے ○ اور بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کیلئے

اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

جو ایمان لائے' فرعون کی بیوی کی' جب کہا اس نے' اے میرے رب! بنا میرے لیے اپنے ہاں ایک گھر جنت میں'

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ⑪

اور نجات دے مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے ○

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنت عمران کی وہ جس نے حفاظت کی اپنی عصمت کی تو پھونکی ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح'

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۧ⑫

اور تصدیق کی اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی' اور تھی وہ فرماں برداروں میں سے ○

یہ دو مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کے لئے بیان کی ہیں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ کافر کا مومن کے ساتھ اتصال اور مومن کا قرب کافر کو کوئی فائدہ نہیں دے گا اور مومن کا کافر کے ساتھ اتصال، مومن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر مومن فرائض کو پورا کرتا ہے۔ گویا اس میں ازواج مطہرات کے لئے معصیت سے

بچنے کی تنبیہ ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتصال ان کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اگر انہوں نے برائی کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا﴾ ”اللہ نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، یہ دونوں تھیں“ یعنی دونوں عورتیں ﴿تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ﴾ ”ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے گھر میں۔“ اور یہ تھے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ”پس انہوں نے دونوں کی خیانت کی۔“ یعنی دین میں (ان دونوں نے نبیوں کی خیانت کی) دونوں اپنے شوہروں کے دین کے سوا کسی اور دین پر تھیں۔ خیانت سے یہی معنٰی مراد ہیں اور اس سے نسب اور بستر کی خیانت مراد نہیں، کیونکہ کسی نبی کی بیوی بدکاری کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی بدکار عورت کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کی بیوی ہی بنایا ہے۔

﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا﴾ ”پس نہ کام آئے وہ دونوں۔“ یعنی حضرت نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام نہ آئے ﴿مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾ ”اللہ کے مقابلے میں کچھ بھی اور انہیں کہا گیا کہ وہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جائیں۔“

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ﴾ ”اور اللہ نے مومنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی“ اور وہ تھیں آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا ﴿اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے، اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا وصف بیان کیا کہ وہ ایمان رکھتی تھیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتی تھیں، اللہ تعالیٰ سے مطالب جلیلہ کا سوال کرتی تھیں اور وہ ہے جنت میں دخول اور رب کریم کی مجاورت کا سوال، نیز وہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتی تھیں کہ وہ اسے فرعون کے فتنے، اس کے اعمال بد اور ہر ظالم کے فتنہ سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا قبول فرمائی: چنانچہ وہ ایمان کامل اور اس پر ثابت قدمی کے ساتھ زندہ رہیں اور تمام فتنوں سے بچی رہیں۔ بنابریں نبی مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ”مردوں میں سے مرتبہ کمال کو پہنچنے والے لوگ تو بہت ہیں مگر عورتوں میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور خدیجہ بنت خویلد کے سوا کوئی عورت مرتبہ کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔“①

---

① صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿وضرب الله مثلاً للذین آمنوا امرأت فرعون ......﴾ (التحریم: ٦٦/١١، ١٢) حدیث: ٣٤١١ وصحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة أم المؤمنین رضی اللہ عنہا، حدیث: ٢٤٣١ والبدایة والنهایة: ٣/١٢٧.

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ’’اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔‘‘ یعنی انہوں نے اپنی کامل دیانت، عفت اور پاکیزگی کی بنا پر ہر فحش کام سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ ﴿فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ ’’پس ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔‘‘ جبریل علیہ السلام نے اس کے کُرتے کے گریبان میں پھونک ماری اور ان کی یہ پھونک حضرت مریم تک پہنچی، چنانچہ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام سے رسول کریم اور سید عظیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے ﴿وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ﴾ ’’اور انہوں نے اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔‘‘ یہ حضرت مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق اس کے کلمات دینی اور قدری کی تصدیق کو شامل ہے، اس کی کتابوں کی تصدیق ان امور کا تقاضا کرتی ہے جن کے ذریعے سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور یہ علم و عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، بنا بریں فرمایا: ﴿وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾ ’’اور وہ فرماں برداروں میں سے تھیں۔‘‘ یعنی وہ خشیت اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت کرنے والوں میں سے تھیں، یہ ان کے کمالِ عمل کا وصف ہے کیونکہ وہ صدیقہ تھیں اور صدیقیت کمالِ علم و عمل کا نام ہے۔